بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ذکرِ مُصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

مجددِ دوراں غوثِ زماں مفتی سوادِ اعظم رئیس المحققین امام المتکلمین
تاجدارِ اہلسنت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

تلخیص وتحشیہ
ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (رجسٹرڈ)

(مکتبہ انوارالمصطفٰی 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد-اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم مجد دِ دوراں، غوث زماں، مفتی سواد اعظم، تاجدار اہلسنت، امام المتکلمین مفسر اعظم حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب : ذکرِ مُصطفٰی ﷺ

خطبہ : تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی حفظہ اللہ

تلخیص وتحشیہ : ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحیٰ انصاری اشرفی

نوٹ: کتاب میں جہاں بھی آپ کو ستارے ﴿☆☆☆﴾ ملیں سمجھ لیں کہ وہاں مرتب کی تشریح واضافت ہے

تصحیح ونظر ثانی : خطیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی

ناشر : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (دکن)

اشاعت اُول : جنوری ۲۰۰۶ تعداد : ۵۰۰۰ (پانچ ہزار)

قیمت: 20 روپیئے

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحیٰ انصاری اشرفی کی تصانیف

روحانی وظائف: مجرب قرآنی وظائف اور دُعاؤں کا رُوحانی خزانہ......زندگی کے اہم ترین مسائل اور پریشانیوں کا حل...... جاہل اور نیمو نچوڑ عاملوں سے نجات......جسمانی ورُوحانی امراض کا توڑ دُعاؤں کی قبولیت، مقاصد میں کامیابی اور حصولِ فیوض کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔
استخارہ (مشکلات سے چھٹکارہ)، آیاتِ حفاظت، آیاتِ رزق، قرض سے چھٹکارہ، نظرِ بد کا توڑ، قوتِ حافظہ اور امتحان میں کامیابی، میاں بیوی کے جھگڑوں کا توڑ، ضدی اور نافرمان اولاد کا علاج، نورانی راتیں (نمازیں اور دُعائیں)، شادی میں رکاوٹ اور اُس کا علاج، آیات شفاء، جادو کا قرآنی علاج، قصیدہ غوثیہ، شیطانی وسواس کا قرآنی علاج، فضائل وبرکات لاحول ولاقوۃ، فاتحہ سے علاج

حقیقتِ توحید : اسلام کے بُنیادی عقیدۂ توحید کو قرآن وحدیث اور علماءِ اُمّت کے ارشادات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ دلائلِ توحید، توحید اور شفاعت، شانِ کبریائی اور منصبِ رسالت، ربوبیت عامہ اور خاصہ، صفاتِ الٰہی، عقیدۂ توحید اور جشن میلاد النبی ﷺ، عبادت اور تعظیم، عبادت اور استعانت، وحدت وتوحید، بشریت وعبدیت مصطفٰی ﷺ ......اس کتاب کے موضوعات ہیں

مکتبہ انوار المصطفٰی 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ   صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد

مَنَّ عَلَیْنَا رَبُّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا   اَیَّدَہٗ بِاَیِّدِہٖ اَیَّدِنَا بِاَحْمَدًا

اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا   اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبٰی سے ہماری مدد فرمائی

اَرْسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَہٗ مُمَجَّدًا   صَلُّوْا عَلَیْہِ دَآئِمًا صَلُّوْا عَلَیْہِ سَرْمَدًا

اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا   اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ   نام ہو اولیاء کے ساتھ، حشر ہو انبیاء کے ساتھ

شغل وہ ہو کہ شغل میں کر دے ہمیں خدا کے ساتھ   پڑھئے درود جھوم کر سیّد خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے میرے مولیٰ کے پیارے   نور کی آنکھوں کے تارے

اب کسے سیّد پکارے   تم ہمارے ہم تمہارے

یا نبی سلام علیک   یا رسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

سلطانِ جہاں محبوب خُدا تری شان وشوکت کیا کہنا

ہر شئے پہ لکھا ہے نام تیرا، تیرے ذکر کی رفعت کیا کہنا

ظہورِ حق جان کی جان تم ہو

عیاں سب میں خدا کی شان تم ہو

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

حقیقتِ توحید : اسلام کے بُنیادی عقیدۂ توحید کو قرآن وحدیث اور علماءِ اُمّت کے ارشادات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ دلائلِ توحید، توحید اور شفاعت، شانِ کبریائی اور منصبِ رسالت، ربوبیت عامہ اور خاصہ، صفاتِ الٰہی، عقیدۂ توحید اور جشن میلاد النبی ﷺ، عبادت اور تعظیم، عبادت اور استعانت، وحدت وتوحید، بشریت وعبدیت مصطفٰی ﷺ ......اس کتاب کے موضوعات ہیں

مکتبہ انوار المصطفٰی 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد (9848576230)

ذکرِ مُصطفٰی ﷺ

الـحـمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علیٰ من كان نبياً واٰدم بين المآء والطين وعلیٰ آلهٖ واصحابهٖ اجمعين . أما بعدُ فقد قال الله تعالیٰ ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (الانشراح)
اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

صرف اتنا ہی نہیں کہ غم سے رہائی مل جائے　　وہ جو مل جائیں تو پھر ساری خدائی مل جائے
دُور رکھنا ہو تو پھر جذبہ اویسی دے دو　　تا کہ مجھ کو بھی کچھ کیفِ جدائی مل جائے

بارگاہِ رسالت میں دُرود شریف پیش فرمائیں **اللهم صل علٰی سيدنا محمد وعلٰی آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه**

اختلاف کی ابتداء : یہ 'میں' (نفس' ذات) بھی عجیب چیز ہے۔ وہ کونسا انسان ہے جس کے پاس 'میں' نہ ہو۔ اختلاف کی تاریخ پر آپ نظر ڈالیں تو سارے اختلافات' سارے تصادم' سارے جھگڑے صرف 'میں' کے ہیں۔ اگر یہ 'میں' نہ ہوتی تو کوئی جھگڑا ہی نہ ہوتا' نہ کوئی تصادم ہوتا' نہ کوئی ٹکراؤ ہوتا۔ جب 'میں' آپس میں ٹکرائی تو جو 'میں' زوردار ہوئی وہ غالب ہوئی' جو 'میں' کمزور ہوئی وہ مغلوب ہوئی۔ جھگڑا ہوتا ہے 'میں' ہی کا۔

سب سے پہلے میں آپ کو اختلافات کی طرف لے جاؤں گا۔ رب تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد کہ 'میں' کہتا ہوں کہ آدم کو سجدہ کرو......تو ابلیس کہتا ہے کہ 'میں' سجدہ نہیں کرتا۔ **﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ﴾** (البقرۃ/۳۴) اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا' سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔

ٹکراؤ ہوگیا۔ ابلیس نے خدا کی 'میں' سے اپنی 'میں' کو ٹکرایا...... وہ ٹکرا گیا' وہ اکڑ گیا۔ پہلا اختلاف 'میں' کا اختلاف کہ میں نہیں جھکتا۔

علم وفہم والے بھی ٹکراتے ہیں : یہ کوئی ضروری نہیں کہ ٹکرانے والا نا سمجھ' بے علم' بے عمل ہو۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ اگر ٹکرانے کی صورت آئی تو عمل کر کے ٹکرا گیا' اور وہ ایسا

ویسا علم نہیں۔ ہمارا تمہارا ایمان بالغیب ہے اور اُس کا ایمان بالشہادۃ ہے جنت کو دیکھ کر مان رہا ہے ملائکہ کو دیکھ کر مان رہا ہے خدا کی گرفت اور اُس کے عذاب کی شدت کو ابلیس جتنا سمجھے گا آپ ہم ایمان بالغیب والے کیا سمجھیں گے۔ اس کے باوجود وہ بہک گیا۔ فلسفہ توحید پر اُس کی شدت کی انتہا یہ ہے کہ غیر خدا کے آگے ہرگز نہ جھکیں گے، چاہے خدا ہی جھکائے۔ یہ اُس کا فلسفہ تھا کہ خدا بھی جھکائے تو نہ جھکیں گے۔ ایسی توحید کی اُس نے مثال قائم کی۔ تو 'میں' سے 'میں' کا تصادم ہوگیا۔ اس لئے کسی عارف نے کیا پیاری بات کہی کہ ابلیس عابد تو ضرور تھا عارف نہیں تھا۔ اُس کی عبادت کا ہم شمار نہیں کر سکتے، اُس کی گنتی نہیں کر سکتے۔ اس کے عمل کی تعداد بیان نہیں کر سکتے۔ ذرا سا غور تو کرو وہ فرشتوں کو تک درس دیتا تھا۔ فرشتوں کو ذاتِ الٰہیہ اور صفاتِ ربّانیہ کی تعلیم دے رہا ہے **معلم الملکوت** اسی لئے اس کا خطاب ہی پڑ گیا، اس کے باوجود بہک گیا۔ اتنا سیکھنے، سکھانے کے بعد بہک گیا۔ اتنی عبادت کے بعد بہک گیا۔ خیر وہ بہکا اُس کے لئے تو بُرا ہوا مگر ہمارے لئے یہ اچھا ہوا کہ ہم سمجھ گئے کہ علم والے بھی بہکتے ہیں، عبادت کرنے والے بھی بہکتے ہیں، سجدہ کرنے والے بھی بہکتے ہیں **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** اب اگر تم نے کبھی یہ سوال پیدا کیا کہ تم اتنی بڑی بڑی کتابیں پڑھ کر کیسے بہک گئے؟ وہ خالق کو یاد کر کے کیسا بہک گئے؟ وہ قرآن کو یاد کر کے کیسا بہک گئے؟ وہ سجدہ کر کے کیسا بہک گئے؟ تو شیطان آ کر کہے گا جیسا کہ میں بہک گیا

اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

شیطان نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ ابلیس دیکھ رہا ہے کہ ہم بشر (آدم علیہ السلام) کے آگے جھکیں۔ یہ مٹی سے بنائے گئے ہیں، ہم آگ سے بنائے گئے ہیں۔ آگ کی فطرت بلند ہونا ہے۔ آگ کی لو نیچے نہیں جاتی، مٹی نیچے آیا کرتی ہے۔ اگر مٹی کو جھکنے کا حکم دیا جائے تو بات معقول ہے۔ شیطان نے ایک نئے علمِ فلسفہ کی ایجاد کی اور ایک نیا علم پیش کر دیا۔ کسی عارف نے کیا پیاری بات کہی ہے کہ شیطان نے آدم کو دیکھا مگر آدم میں نہیں دیکھ سکا۔

اگر آدم میں کیا ہے دیکھ لیتا تو مٹی کے سامنے جھکنے کا کیا سوال ہوسکتا تھا۔ وہ تو نورِ مصطفٰے کے سامنے جھکنے کی بات تھی **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مشیئت وحکمت کے پیش نظر عناصر اربعہ کی ترکیب کا معاملہ فرمایا۔ ملائکہ کو حکم دیا اور عناصرِ اربعہ کی ترکیب ہوئی اور ایک مجسمہ تیار ہوگیا۔ یہ ایسا مجسمہ ہے جس کے مُنہ میں گویائی نہیں ہے' نظر ہے بینائی نہیں ہے' کان ہے سماعت نہیں ہے' پیر ہے چلنے کی قوت نہیں ہے۔ ابھی صرف مجسمہ ہی ہے ذرا تو غور کرو کہ اس کے اندر ابھی تو گویائی پیدا کرنی ہے اور اس کو بینائی بھی دینا ہے رُوح کو حکم دیا کہ اے رُوح تو داخل ہوجا۔ رُوح اندر گئی' تھوڑی دیر پھر کر نکل آئی۔ رُوح کو نکلنے کا موقع مل گیا' اس لئے کہ اندر جانے کا حکم تھا' گئی۔۔ٹھہرنے کا حکم نہ تھا' نکلنے کا موقع مل گیا۔ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ حکم دیتا نہ نکلنا' وہ کیسے نکلتی ؟ جب رُوح سے کہا گیا کہ تو کیوں نکل آئی ؟ تو کہا کہ بڑی وحشت ہے' بڑی ظلمت ہے' بڑی تاریکی ہے' ہم وہاں نہیں ٹھہر سکتے۔ اس کے بعد میرے رسول کے اجزائے مادیات رکھے گئے ......وہ اتنے تاباں تھے کہ پیشانی آدم چمک اُٹھی اور وہ ایسے نورانی اجزاء تھے کہ ہم اس اجزائے مادیات کے فضائل وکمالات بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ پیشانی آدم جب چمک اُٹھی تو حکم ہوا کہ اے رُوح اب داخل ہوجا' تو رُوح گئی اور ٹھہر گئی۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ یاالہ العالمین تو حکیم وخبیر ہے' تو عالم الغیب والشہادہ ہے۔ تو جانتا تھا کہ میں حکم دوں گا تو رُوح جائے گی نکل آئے گی' پھر تجھے نورِ مصطفٰے کا چراغ جلانا ہوگا تو رُوح جا کر ٹھہرے گی تو اتنی طوالت اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ سیدھے چراغ جلا دیا ہوتا' پھر رُوح کو حکم دیا جاتا' پھر رُوح جا کر ٹھہر جاتی۔ یہ کیا بات ہے کہ پہلے جائے پھر نکلے' پھر چراغ مصطفٰے جلایا جائے' پھر وہ جا کر ٹھہر جائے۔ اگر ایسا ہوتا کہ چراغ مصطفوی پہلے ہی مجسمہ آدم میں جلا دیا جاتا اور نورِ مصطفٰے وہاں رکھ دیا جاتا تو رُوح ٹھہر جاتی مگر میں تمہیں کیسے سمجھاتا کہ کیوں ٹھہری۔ پہلے جا کر نکل آئے' تاکہ یقین ہوجائے کہ یہ مصطفٰے کی وجہ سے ٹھہری۔ اگر نورِ مصطفٰے پیشانی آدم کی زینت نہ ہوتا تو رُوح نہ ٹھہرتی اور اگر رُوح نہ ٹھہرتی تو آدم ہی نہ بنتے' پھر یہ آدمی کہاں رہتے

اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

﴾ ☆☆☆ علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں، علامہ عبدالباقی نے زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں، مُلاّ معین کاشفی نے معارج النبوۃ میں، علامہ یوسف نبہانی نے جواہر البحار میں تفصیلاً بیان فرمایا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کا نور مقدس آدم علیہ السلام کی پشت اطہر میں دویعت فرمایا گیا۔ آدم علیہ السلام نے اپنی پشت پر پرندے کی سی آواز سُنی۔عرض کی، یا اللہ۔ یہ آواز کیا ہے جواب آیا کہ یہ محمد مصطفیٰ ﷺ میرے محبوب کی تسبیح کی آواز ہے۔میرا عہد پکڑو اور اسے پاک رحموں اور مقدس پشتوں میں امانت رکھنا۔اب وہ نور چمکا، فرشتوں کو حکم ہوا سجدہ کیجئے، سب جھک گئے مگر ابلیس نے انکار کیا اور انکار کی سات دلیلیں پیش کیں، حکم ہوا کہ نکل جاؤ، تو میری بارگاہ سے دُور کر دیا گیا ہے۔ تجھ پر قیامت تک میری لعنت برستی رہے گی۔ادھر سجدہ کرنے والوں کو مراتب رفعیہ عطا کئے گئے۔امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ آدم کو سجدہ اس لئے ہوا کہ:

كان فی جبهتهٖ نور محمدٍ ﷺ اُن کی پیشانی میں محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور تھا۔

انگوٹھوں کا چومنا: حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ فرشتے اُن کے پیچھے پیچھے پھرتے رہتے ہیں اور **سُبحان اللّٰه سُبحان اللّٰه** پڑھتے ہیں۔عرض کی یا اللہ۔ یہ فرشتے میرے پیچھے کیوں پھرتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ یہ میرے حبیب کے نور کی زیارت کرتے ہیں۔عرض کی یا اللہ! یہ نور میری پیشانی میں ہونا چاہیے تاکہ فرشتے میرے آگے کھڑے ہوں۔لہٰذا وہ نور پیشانی میں رکھ دیا گیا۔ وہ نور پیشانی آدم میں آفتاب کی طرح چمکتا رہا اور فرشتے صفیں باندھے اس کی زیارت کرتے رہے۔حضرت آدم علیہ السلام نے خواہش ظاہر کی کہ میں بھی دیکھوں تو وہ نور اُن کی انگلی میں ظاہر ہوا۔ انھوں نے چوم کر آنکھوں پر رکھا اور کہا: **قُرةُ عینی بِكَ یا رسول الله** (روح البیان) ☆☆☆ ﴿

نورِ مصطفٰی ﷺ : یہ مجسمہ سیدنا آدم علیہ السلام مکان ہے اور نورِ مصطفٰی ﷺ مکین ہے رُخ ہے مکان کی طرف اور سجدہ ہے مکین کا اور بیت کی طرف رُخ ہے اور بیت والے کا سجدہ ہے۔ کسی عارف نے کیا پیاری بات کہی ہے کہ شیطان نے آدم کو تو دیکھا مگر آدم

میں نہ دیکھ سکا۔ ٹکرا گیا' اکڑ گیا۔ تو دیکھو خدا جو جھکا رہا تھا وہاں جو جھکانا تھا کس بات کا جھکانا تھا۔ کیا وہ عبادت کا جھکانا تھا؟ نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے آگے جو جھکایا جارہا تھا وہ عبادت کا سجدہ نہیں تھا۔ سارے مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ وہ سجدۂ تعظیمی تھا۔ اس لئے کہ سجدۂ عبادت بہر حال شرک ہے اور سجدۂ تعظیمی بھی ہماری شریعت میں آکر حرام ہوگیا' پہلے جائز تھا۔

﴿☆☆☆ سجدہ' اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے نہیں۔ اس کے غیر کے لئے سجدۂ عبادت تو یقیناً شرک مہین وکفر مبین۔ اور سجدۂ تحیت حرام وگناہ کبیرہ بالیقین۔ سجدۂ تحیت ایسا سخت حرام ہے کہ مشابہ کفر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ صحابہ کرام نے حضور ﷺ کو سجدۂ تحیت کی اجازت چاہی' اس پر ارشاد ہوا: کیا تمہیں کفر کا حکم دیں۔ معلوم ہوا کہ سجدۂ تحیت ایسی قبیح چیز ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا۔ جب خود حضور ﷺ کے لئے سجدۂ تحیت کا یہ حکم ہے پھر اوروں کا کیا ذکر؟ ☆☆☆﴾

شرک وکفر ہمیشہ شرک وکفر رہتا ہے: حلال وحرام کا معاملہ یہ ہے کہ بعض چیزیں پہلی شریعت میں حلال تھیں اور اب حرام جیسے سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد (حقیقی بھائی بہن) کا آپس میں نکاح کرنا' سجدۂ تعظیمی وغیرہ۔ پہلے کوئی چیز حلال بعد حرام' پہلے کوئی چیز حرام بعد حلال ...... مگر شرک وکفر میں ایسا نہیں ہوا کہ پہلے شرک رہا ہو اور بعد میں ایمان بن جائے۔ پہلے کفر رہا ہو بعد ایمان ہو جائے' ایسا نہیں۔ شرک وکفر ہمیشہ شرک وکفر رہتا ہے۔ دیکھو یہ سجدۂ تعظیمی جو ہے حرام ہے تو یہ عظمت کا جھکاؤ تھا یہ محبت کا جھکاؤ تھا مگر ابلیس وہیں پر اکڑ گیا۔ اور ملکوتی صفات رکھنے والے جھک گئے۔ اور ہم نے تو یہ دیکھا کہ جو اکڑ گیا وہ اُکھڑ گیا۔ جو جھک گیا وہ بچ گیا۔ یہ منظر تو آپ بھی دیکھتے رہتے ہیں' کچھ عرصہ پہلے ایک زبردست زوردار آندھی آئی اور مجھے خبر ملی کہ بڑے بڑے درخت اکھڑ گئے جن کی جڑیں دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ میں نے کہا کہ جب بڑے بڑے درخت اکھڑ گئے تو چھوٹے چھوٹے پودے کیا بچے ہوں گے' اُن کی جڑیں بالکل نازک ہوتی ہیں' ایک ہی جھٹکے میں اُوپر آجاتی ہیں' اُن میں ایک بھی نہ بچا ہوگا تو کہا کہ موٹے موٹے تو سب اکھڑ گئے'

چھوٹے چھوٹے سب بچ گئے۔ میں نے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو کہا کہ معاملہ تو کچھ نہیں۔ جو موٹے تھے اُن کو اپنے تنے کے اُوپر غرور تھا' اپنی توانائی پر گھمنڈ تھا اپنی جڑوں پر بھروسہ تھا تو آندھی کے مقابلہ میں اکڑ گئے اس لئے اکھڑ گئے۔ یہ چھوٹے چھوٹے جھک گئے اس لئے سب بچ گئے۔ جھکنے کو بُرا نہ سمجھنا۔ میں ارادت کے جھکاؤ (تعظیم) کی بات کر رہا ہوں۔

☆☆☆ **تکبر کفر سے اشد ہے:** تکبر ایک اعتبار سے کفر سے بھی اشد ہے اس لئے کہ کفر بھی دراصل کبر سے ہی پیدا ہوتا ہے ابلیس کو اسی تکبر نے کافر اور شیطان بنایا چنانچہ ارشاد ہے ﴿**اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ**﴾ اس نے نہ مانا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا اس بدترین خصلت کی وجہ سے انسان حق بات کے قبول کرنے سے محروم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے احکام کی معرفت سے قلب اندھا ہو جاتا ہے۔

شیطان کے معنٰی: **شطن** کے معنی ہیں دُور ہونا اور چونکہ ابلیس بھی مقرب بارگاہِ الٰہی ہو کر وہاں سے دُور ہوا اس لئے اس کو شیطان کہا جاتا ہے۔ شیطان چونکہ نیکی سے' بھلائی سے' خیر سے' جنت سے' اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے اس لئے شیطان کو شیطان کہا جاتا ہے۔ **شطن** کے دوسرے معنٰی وہ رسی ہے جو لمبی ہو اور کاٹنے والی ہو۔ شیطان بھی چونکہ بُرائی میں دراز اور بدی کرنے کے لئے بیقرار رہتا ہے اس لئے اُسے شیطان کہا جاتا ہے۔

شیط کے معنی ہیں ہلاک ہونا یا باطل ہونا۔ ابلیس چونکہ سرکشی کی وجہ سے ہلاک ہوا اور اس کا سارا پچھلا کیا دھرا باطل ہو گیا اس لئے اس کو شیطان کہتے ہیں۔ جو چیز بھی سرکش ہو اور ہم کو ذکر الٰہی سے روکے وہ شیطان ہے۔ خواہ وہ جن ہو یا انسان ہو' کوئی چوپایا موذی جانور ہو۔ خواہ ہمارا نفس ہو یا جسمانی اور نفسانی عوارض یا کوئی دنیوی کام۔ اسی لئے قرآن کریم فرماتا ہے ﴿ **شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ** ﴾۔ اور ایک جگہ فرماتا ہے ﴿**مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ** ﴾۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک خچر حاضر کیا گیا۔ جب آپ اُس پر سوار ہوئے تو وہ اُچھلنے کودنے لگا۔ اس کو بہت مارا مگر وہ اسی طرح کودتا اُچھلتا رہا۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر سے یہ کہہ کر اُتر آئے کہ یہ شیطان ہے۔

ابلیس : ابلیس کا نام عزازیل تھا گمراہ ہونے کے بعد ابلیس لقب ہوا یعنی دھوکہ باز' وہ فرشتہ نہ تھا بلکہ جن تھا' آگ سے پیدا کیا گیا تھا مگر بہت بڑا عابد زاہد تھا یہاں تک کہ گروہ ملائکہ میں اس کا شمار ہوتا تھا جب اللہ تعالیٰ نے سجدہ کا حکم دیا اُس نے انکار کر دیا اور غرور میں حضرت آدم علیہ السلام کی توہین کرتے ہوئے بشر کہہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے توہین کی نیت سے نبی کو بشر کہنے والے کو ہمیشہ کے لئے مردود و ذلیل قرار دے کر پھینک دیا۔

یہ بات قابل غور رہے کہ ابلیس علم و معرفت میں یہ مقام رکھتا تھا کہ اس کو طاؤس الملائکہ کہا جاتا تھا پھر اس سے یہ حرکت کیسے صادر ہوئی ؟ ابلیس کا کفر محض عملی نافرمانی کا نتیجہ نہیں' کیونکہ کسی فرض کو عملاً ترک کر دینا اصول شریعت میں فسق و گناہ ہے کفر نہیں۔ ابلیس کے کفر کا اصل سبب حکم ربّانی سے معارضہ اور مقابلہ کرنا ہے کہ آپ نے جس کو سجدہ کرنے کا مجھے حکم دیا ہے وہ اس قابل نہیں کہ میں اُس کو سجدہ کروں یہ معارضہ بلا شبہ کفر ہے۔ ابلیس مشرک نہیں بلکہ موحد تھا اللہ تعالیٰ کو واحد و یکتا مانتا تھا اللہ تعالیٰ کو عبادت کے لائق سمجھتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک اور برداشت نہیں کرتا تھا ابلیس و شیطانی توحید کی شدّت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی نبی کی تعظیم و توقیر برداشت نہیں کیا۔ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کرنے سے انکار کر دیا۔ نبی کی توہین کرنے اور بشر و مٹی کہنے کے جرم میں مردود قرار دے کر زمین پر پھینک دیا گیا۔ شیطان لعنتی اور مردود بن کر زمین پر رہنا پسند کیا لیکن توبہ کرتے ہوئے سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کا اقرار نہیں کیا۔ یہی ابلیسی توحید ہے نبی کی تعظیم کو شرک و بدعت تصور کیا اور یہی وسوسے انسانی ذہنوں میں ڈال رہا ہے۔

جن کی عمر طویل ہوتی ہے جن کے وجود کا انکار کرنا' یا یہ کہنا کہ جن اور شیطان بدی کی قوت کا نام ہے کفر ہے کیونکہ جن کا موجود ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ گذشتہ صدی میں سر سیّد احمد خان نے محض اپنی ذاتی عقل کے بل بوتے پر اُن کے وجود کا انکار کیا ہے اور اس کے چند پیروکار مغربی تہذیب کا دلدادہ گروہ اس کی تائید کر رہا ہے اور انکار کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگر جنات کا کوئی وجود ہوتا وہ نظر ضرور آتے۔ یہ بات خلاف قرآن و حدیث ہے

قرآن پاک میں جنات اور شیاطین کا ذکر آیا ہے جو جنات اور شیاطین کے وجود کی قطعی اور پختہ دلیل ہے اہل اسلام کے سامنے قرآن پاک کے بعد انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہتی ۔
احادیث سے ثابت ہے کہ جنوں میں کسی کے پَر بھی ہوتے ہیں اور وہ ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں اور بعض سانپوں اور کتّوں کی شکل میں گشت لگاتے پھرتے ہیں اور بعض انسانوں کی طرح رہتے سہتے ہیں لیکن اکثر ان کی رہائش گاہ بیابان یا ویران مکان اور جنگل اور پہاڑ ہیں ۔

جنات کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿**كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ** ﴾ (الکھف/ ۵۰) ابلیس قوم جنّ سے تھا سو اُس نے نافرمانی کی اپنے رب کے حکم کی۔ **فَفَسَقَ** کی فاء اس امر کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ اس کے فسق اور حکم عدولی کی وجہ ہی یہ تھی کہ اس کا عنصر ناری تھا۔ اُس کی فطرت میں تمرد اور سرکشی تھی ۔
ابلیس چونکہ فرشتوں میں رہتا تھا اس لئے وہ بھی اس حکم میں داخل تھا۔ خیال رہے کہ ابلیس جنات کا مورث اعلیٰ ہے جیسے انسان کے آدم علیہ السلام ہیں ۔ ابلیس اپنے بارے میں خود کہتا ہے ﴿ **خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ** ﴾ مجھے آگ سے پیدا کیا گیا۔ دوسری جگہ فرمایا گیا ہے ﴿**وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ** ﴾ (الحجر/ ۲۷) اور ہم نے اس سے پہلے جنّ کو پیدا کیا بے دُھوئیں کی آگ سے۔ نیز فرمایا گیا ﴿**و خلقته من مارج من نار** ﴾
شیطان اپنی عبادت کی وجہ سے چونکہ فرشتوں میں رہتا تھا اس لئے جب تمام فرشتوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں اس وقت شیطان (جنّ) بھی سجدے کے حکم میں شامل ہو گیا۔ جیسے بادشاہ اپنے سپاہیوں کو کچھ حکم کرے تو اُن کے ساتھ رہنے والے سائیس دربان اور فراش بھی اس حکم میں داخل ہو جاتے ہیں دوسرے الفاظ میں اگر کسی معزز کو دعوت دی جائے تو اُس کے ساتھ اُس کے ملازمین اور خدمت گزار بھی دعوت میں شریک رہتے ہیں ۔ شیطان (ابلیس) کی حیثیت بھی فرشتوں کے مقابلے میں خادم اور فراش سے زیادہ نہیں تھی۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ کا حکم سنتے ہی سارے فرشتے بلا تامل آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ میں گر گئے ۔ سب سے پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام سجدے میں جھکے' پھر میکائیل علیہ السلام' پھر اسرافیل علیہ السلام'

پھرعزرائیل علیہ السلام اور پھر سارے فرشتے۔ اس لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو سب سے بڑا درجہ عطا فرمایا گیا یعنی خدمت انبیاء۔ (تفسیرخزائن العرفان)

ایمان اور ادب : ایمان کا سب سے پہلا تقاضہ اور اُس کی اول ترین تعلیم ادب واحترام ہے کہ بے ادب و گستاخ غلام اپنی انتہائی اطاعت گزاری کے باوجود بھی راندۂ درگاہ ہوجاتا ہے جس کی نظیر انسان کے دُنیا میں آنے سے پہلے ہی قائم کردی گئی' کہ شیطان کی اطاعت شعاری' اس کے علم اور کمال میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا' لیکن اپنی ان تمام خوبیوں کے باوجود صرف ایک بے ادبی اور گستاخی نے اس کو راندۂ درگاہ کردیا۔ اس کے تمام اعمال اکارت وضائع ہوگئے' رجیم وملعون قرار پایا ﴿**قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ** ﴾ اللہ نے فرمایا' (اے بےادب) یہاں سے نکل جا' تو مردود ہے ﴿**وَاِ نَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةُ اِلَی يَوْمِ الدينِ** ﴾ اور بلاشبہ تجھ پر قیامت تک لعنت ہے۔

شیطان میں انانیت تھی' تکبر وغرور تھا' جس نے اُسے بے ادبی اور گستاخی کا مجرم بنایا' اور اس جرم کی سزا اللہ رب العزت کی طرف سے رجیم وملعون قرار دیا جانا مقرر ہوئی۔ پس اللہ یہ گوارا نہیں فرماتا کہ اس کے بندے بےادب و گستاخ بنیں' شرف انسانیت کی بقا اسی میں ہے کہ انسان اللہ کا ادب واحترام کرے کیونکہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور رسول کا ادب واحترام کرے کیونکہ اللہ نے اُسے رسول کا غلام بنایا ہے۔ رسول ہی تو بندگی کے طریقہ سکھاتا ہے' پس اس کے احترام کے بغیر اللہ کے احترام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔☆☆☆﴾

گستاخ' توبہ کی توفیق سے محروم : سچ ہے باادب بانصیب۔ بےادب بےنصیب جو ادب والے ہوتے ہیں' وہ تقوے والے ہوتے ہیں' اجرِعظیم والے ہوتے ہیں' مغفرت والے ہوتے ہیں' صلاح وفلاح والے ہوتے ہیں' کامیابی والے ہوتے ہیں اور جو بے ادب ہوتے ہیں وہ رُسوائی والے ہوتے ہیں' ذلت والے ہوتے ہیں' جہنم والے ہوتے ہیں۔

شیطان اکڑ گیا۔ اللہ تعالٰی کی 'میں' سے شیطان کی 'میں' کا ٹکراؤ ہوگیا تو نتیجہ کیا ہوا' اُس کا جو قدم اُکھڑا آج تک جم نہ سکا۔ اس سے سبق سیکھ لو' شیطان سے غلطی ہوئی اور جان

بوجھ کر غلطی ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام سے جو کچھ ہوا اس کے بارے میں علماء محتاط الفاظ میں کہتے ہیں کہ نادانستہ طور پر پھسل گئے۔ آپ ایک راستے سے جا رہے ہیں پھسل گئے، آپ کو کوئی مجرم نہ کہیں گے۔ آپ کو کوئی گنہگار نہیں کہے گا۔ نادانستہ طور پر بلا کسی قصد و ارادہ حضرت آدم علیہ السلام سے ایک بات ہوئی مگر وہ کتنا رو رہے ہیں، کس قدر توبہ و استغفار کر رہے ہیں، اس سے اُن کی سعادت کا پتہ چلتا ہے اور شیطان جس نے جان بوجھ کر غلطی کی، وہ مغفرت نہیں چاہ رہا ہے مہلت چاہ رہا ہے اس کو تو مغفرت چاہنی چاہئے تھی کہتا کہ یاالٰہی ! غلطی ہوگئی، معاف فرما دے۔ وہ اگر معاف فرمائے یا نہ فرمائے یہ اُس کے فضل وعدل کی بات ہے مگر اُس کو تو مانگنا چاہئے تھا مگر وہ مغفرت نہیں مانگتا ہے مہلت مانگتا ہے تو اچھی طرح سمجھو کہ شیطان قیامت تک مغفرت نہیں مانگ سکتا، اس لئے کہ اُس نے ایک نبی کی توہین کی اور نبی کی توہین کرنے والوں سے توبہ کی توفیق چھین لی جاتی ہے

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

کفر بُری چیز ہے مگر جب کفر، کفر کی حد تک رہے، دشمنی، دشمنی کی حد تک رہے تو امید ہے کہ ایمان کی توفیق مل جائے......مگر جب کوئی گستاخی کر دیتا ہے تو توبہ کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔ گستاخ اپنے وقت کا کتنا بڑا علامہ کیوں نہ ہو، گستاخی کر کے پھر توبہ نہ کر سکے گا۔ ابلیس جنت کو دیکھ کر مانا، جہنم کو دیکھ کر مانا، عذابِ قبر کو دیکھ کر مانا، ملائکہ کو دیکھ کر مانا، سب چیزیں ابلیس کے مشاہدے میں تھیں، سب کچھ دیکھ چکا تھا۔ جب دیکھ کر ماننے والا نکال دیا گیا تو بے دیکھے ماننے والوں کو نکالنے میں کیا دیر؟ معلوم ہوا کہ گستاخ کو توبہ کی توفیق نہ ہوگی اور توبہ کے بغیر مغفرت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿**اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا**﴾ (فرقان/ ۹) اے محبوب ذرا دیکھو کہ کیسی باتیں یہ تمہارے متعلق کہہ رہے ہیں یہ ایسے گمراہ ہوگئے کہ اب ہدایت کی کوئی راہ ان پر نہیں کھل سکتی۔

اے محبوب دیکھو یہ تمہاری کیسی کیسی مثالیں لاتے ہیں، کبھی شاعر کہتے ہیں، کبھی ساحر کہتے ہیں، کبھی سحر زدہ کہتے ہیں، کبھی مجنون کہتے ہیں۔ یہ لوگ گمراہ ہوگئے ہیں، راستے کی طرف پلٹ کر آنے والے نہیں ہیں، ان سے استطاعت چھین لی گئی ہے۔ بغل میں بخاری ضرور رہے گی،

سَر پر قرآن بھی رہے گا اگر گستاخی کی ہے تو توبہ نہیں کرسکیں گے' توبہ کی توفیق چھین لی جائے گی۔ فاروق اعظم سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمن ضرور تھے' گستاخ نہ تھے۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمن ضرور تھے' گستاخ نہ تھے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمن تھے' گستاخ نہ تھے......مگر ابوجہل گستاخ تھا' عتیبہ وشیبہ گستاخ تھے' ابولہب گستاخ تھا' عقبہ ابی معیط گستاخ تھا' ولید ابن مغیرہ گستاخ تھا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابوجہل کے بیٹے تھے' دشمن تھے مگر گستاخ نہ تھے۔ باپ گستاخ تھا' بیٹا گستاخ نہ تھا۔ بیٹا مومن ہوا' باپ رہ گیا۔ عتبہ دشمن ضرور تھے گستاخ نہ تھے بیٹا مومن رہا لیکن باپ ابولہب گستاخی کی وجہ سے کافر رہا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے دشمنِ اسلام ضرور تھے لیکن گستاخِ رسول کبھی نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں توبہ کی توفیق نصیب فرمائی' ہدایت کا دروازہ کھول دیا' تمام صحابہ کرام' حضور سرورِ کائنات ﷺ کے مُرید ہیں' حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے کسی صحابی کے ایمان لانے کے لئے خصوصی دُعا نہ فرمائی بلکہ تمام صحابہ کرام اپنے ارادے سے اسلام قبول کئے مگر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ مُراد پیمبر ہیں حضور سرورِ عالم نور مجسم شفیع معظم رحمۃ للعالمین ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائی: اے اللہ! عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام کی وجہ سے اسلام کو عزت دے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی دُعا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور آپ کے وسیلہ سے اسلام کو عظمت' شان وشوکت ملی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا خاص عطیہ ہے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ......جو رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کو بخشا۔ اس لئے اُن کے ایمان پر فرشتوں نے بھی خوشیاں منائیں۔ ابوجہل گستاخ رسول تھا اس سے توبہ کی توفیق چھین لی گئی تھی' گستاخِ رسول کے لئے ہدایت کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔ ہدایت اور مغفرت کی دعا بھی گستاخ رسول کے حق میں مستجاب نہیں ہوسکتی۔ گستاخِ رسول کو عزت وعظمت' شان وشوکت کی زندگی نصیب نہیں ہوتی بلکہ وہ ہمیشہ ذلت ورسوائی کی عبرتناک زندگی گذارتا رہے گا۔ گستاخِ رسول کے لئے اللہ تعالیٰ جبار وقہار ہے۔

رسول کا گستاخ جس لباس میں ملے' جس احاطہ میں ملے' جس شکل وصورت میں ملے تو

سمجھ لو کہ اس سے توبہ کی توفیق چھین لی گئی ہے جب ہی تو یہ انبیاء علیہم السلام کی بارگاہ میں گستاخی کرتے ہیں اور یہ اولیاء کرام' انبیاء علیہم السلام کے سچے نائب اور جانشین ہے جو اولیاء کا گستاخ ہے وہ انبیاء کا گستاخ ہے۔ ولایت کے بغیر نبوت تک رسائی ناممکن اور نبوت کے بغیر اللہ کی رسائی ناممکن ہے۔ شیطان نے سجدہ کا انکار کیا' اُس کو فوراً مردود نہیں کیا گیا بلکہ پوچھا گیا کہ تو نے سجدہ کا کیوں انکار کیا؟ کس چیز نے روکا؟ شیطان نے کہا کہ تو نے مجھ کو آگ سے بنایا اور آدم کو مٹی سے بنایا۔ میں جن ہوں یہ بشر ہیں۔ میں بشر کو سجدہ کروں! شیطان نے نبی کی توہین کرنی چاہی تو اُس کو دو لفظ ملے۔ ایک مٹی کا لفظ' دوسرا بشر کا لفظ۔ اسی دو لفظ کے وجہ سے بارگاہ سے مردود کر دیا گیا۔ مطلب یہ ہیکہ انصاف بھی واضح ہو گیا اور انکار بھی واضح ہو گیا۔

﴿☆☆☆ **شیطان کا رونا:** حضور ﷺ نے فرمایا: شیطان اتنا کبھی نہیں رویا جتنا ان تین موقعوں پر رویا ہے۔ ایک تو اُس دن جب وہ ملعون ہوا اور آسمان کے فرشتوں سے علحدہ کر دیا گیا۔ (۲) دوسرے اُس دن رویا جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی (۳) تیسرے وہ دن جس دن سورہ فاتحہ مع بسم اللہ اُتری (شیاطین آج بھی جشن میلادالنبی ﷺ کے موقع پر اور ذکرِ فاتحہ سُن کر روتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں)

حضور ﷺ کی بشریت: بدقسمتی سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو رسالت پر ایمان لانے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر حضور اکرم ﷺ کو ایک عام انسان کی حیثیت سے دیکھتے ہیں رسول کریم ﷺ کے مرتبہ ومقام اور منصب کا کوئی خیال بھی نہیں کرتے اور حضور ﷺ کے زمانہ کے کفار کی طرح ﴿**مَانَرَاكَ اِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا**﴾ 'ہم تو تم کو اپنے جیسا بشر ہی دیکھتے ہیں' کا باطل نعرہ لگاتے ہیں۔ کفار تو کہا کرتے تھے ﴿**مَااَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا**﴾ نہیں ہو تم مگر ہم جیسے بشر' نبی کو بشر اور مٹی کہنے والا سب سے پہلے ابلیس (شیطان) ہے ﴿**قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ**﴾ میں گوارہ نہیں کرتا کہ سجدہ کروں اس بشر کو جسے تو نے پیدا کیا بجنے والی مٹی سے ﴿**اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ**

نَـارٍوَخَـلَـقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴾ ۔ابلیس نے کہا میں آدم سے بہتر ہوں مجھے آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا آج بھی یہی ابلیسی باطل نعرے مختلف جماعتوں کی جانب سے لگائے جارہے ہیں ۔اورآیۃ مبارکہ ﴿**قُـلْ اِنَّـمَـا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** ﴾ کواس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ جیسے نبی اور غیر نبی میں صرف وحی کا فرق ہے باقی تمام اوصاف میں وہ عام انسانوں کے برابر ہیں ۔نبی اخلاقی ٗروحانی ٗدماغی ٗقلبی ٗعلمی ٗعملی حیثیت سے **عبــده** ہوکرانسانوں سے بہت بلند اور علانیہ ممتاز ہوتا ہے ۔نبی آمر ٗناہی ٗمزکی ٗحاکم ٗنور ہادی ٗشارع اور داعی الی اللہ ہوتا ہے ۔نبی کی ذات کو اللہ تعالیٰ کائنات کے لئے روشنی کا مینار بناتا ہے اور نبی کا قول ٗعمل ٗسیرت وکردار ٗدین اور شریعت قرار پاتے ہیں ۔ وحی والے اور بے وحی والے انسانوں میں خود وحی اور عدم وحی کے سینکڑوں لوازم وخصائص اور اوصاف کا فرق پیدا ہوتا ہے ۔جب صحابہ کرام بھی حضور ﷺ کے اتباع میں کئی کئی دن متصل نفلی روزے رکھنے لگے تو آپ نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا **ایکم مثلی** تم میں کون میرے مثل ہے؟ **یطعمنی ویسقنی** (بخاری) میں اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے ۔ تو کیا عام انسانوں کو بھی یہ رُوحانی غذا اور رُوحانی سیرابی میسر آتی ہے؟ اور کیا وحی کے علاوہ دوسری حیثیتوں سے بھی مثلیت کی اس میں نفی نہیں ہے؟

نیند کی حالت میں نبی کے قلب اطہر اور اس کے احساسات کا غافل نہ ہونا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے ۔ آپ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا ۔ کیا یہی کیفیت عام انسانوں کے دل کی بھی ہے ۔؟

لوگوں کو نماز کی صفوں کو درست رکھنے کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں بخدا تمہارے رکوع وسجود اور خشوع مجھ پر پوشیدہ نہیں ہیں ۔ کیا عام انسانوں کی قوت بصارت کا یہی عالم ہے؟ جبکہ کتاب مجید میں فرمایا ﴿**مـاَ زَاغَ الْبَصَرُوَمَا طَغٰى ° لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى** ﴾ (النجم/۱۷) (حضور ﷺ کی نگاہیں نہ ٹھہرھی ہوئی اور نہ بڑھی (نہیں جھپکی) بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں) کیا اسی شان سے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ کسی اور آنکھ کو حاصل ہوا؟

حضور سرورانبیاء علیہ السلام کی نسبت سے امہات المومنین کو جو مرتبہ ومقام اور شرف حاصل ہوا ہے وہ عام عورتوں کو حاصل نہیں ہوا ہے امہات المومنین سب سے ممتاز ہیں ۔ ﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (الاحزاب/۳۲) 'اے نبی کی ازواج (مطہرات) تم نہیں ہو' دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کے مانند'

'النسآء' میں صنف نازک کا ہر فرد شامل ہے اور کوئی عورت ذات بھی اس سے باہر نہیں جاتی ۔ جس سے ثابت ہے کہ ازواج النبی کا درجہ ہر ایک عورت سے بالاتر اور شان خاص کا حامل ہے ۔ دنیا جہاں کی عورتوں میں کوئی ان کا ہمسر نہیں ۔ نبی کریم ﷺ کی مصاحبت کے باعث اُن کا اجر دنیا بھر کی عورتوں سے کہیں بڑھ کر ہے ۔ ان کے درجات اور احکام جداگانہ ہیں ۔ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات عام عورتوں کی طرح نہیں تو خود حضور ﷺ تو بدرجہا اس کے سزاوار ہیں' **کاحد من الرجال** ' ہیں یعنی آپ ایسے نہیں ہیں جیسے ہر مرد اپنے خصائص وکمالات میں عام انسانوں سے بدرجہا بلندتر اور ممتاز ہیں اور حضور ﷺ کی بیویاں تمام جہاں کی عورتوں سے افضل ہیں ۔ کیونکہ یہاں 'النسآء' میں کوئی قید نہیں ۔ حضرت مریم اور حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے اپنے وقت کی عورتوں سے افضل تھیں لیکن حضور ﷺ کی ازواج پاک ہر زمانہ کی بیویوں سے افضل وبہتر ہیں جیسے کہ بنی اسرائیل کے لئے فرمایا گیا کہ ﴿فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْن﴾ ہم نے تم کو تمام عالم والوں پر بزرگی دی تو اس زمانہ کے لوگوں پر واقعی وہ افضل تھے اور اب غلامان مصطفےٰ علیہ السلام سب امتوں سے افضل ۔ ﴿تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾ (سورہ فرقان) بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہانوں کو ڈرسنانے والا ہے ۔

﴿هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ﴾ (سورہ فتح) اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ۔ اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے اپنی پہچان اور تعارف اپنے محبوب علیہ السلام کے ذریعہ سے کرائی ہے ۔ اے مسلمانو ! اگر اللہ تعالیٰ کو جاننا چاہتے ہو تو اس طرح پہچانو کہ اللہ وہ ہے جس نے اپنے محبوب کو رسول بنا کر بھیجا

یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت، علم، کرم، رحمت اور تمام صفات کا نظارہ کرنا ہے تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھنا چاہیے آپ ہی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے مظہر ہیں۔ ☆☆☆

حزب اللہ اور حزب الشیاطین : شیطان کی 'میں' خدا کی 'میں' سے ٹکرا گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اب دو اسکول بن گئے ہیں۔ ایک شیطانی اسکول ہے ایک رحمانی اسکول ہے۔ تو ظاہر ہے کہ جب وہاں 'میں' ٹکرائی تو یہاں بھی 'میں' ٹکرائے گی ورنہ مجھے بتلاؤ اختلاف کی تاریخ پر نظر رکھنے والو ! نمرودیت اور ابراہیمیت کا تصادم کس بات کا تصادم تھا؟ فرعونیت اور موسویت کا تصادم کس بات کا تصادم تھا؟ ابوجہلیت اور مصطفویت کا تصادم کس بات کا تصادم تھا اور یہ بتلاؤ کہ حسینیت اور یزیدیت کا تصادم کس بات کا تصادم تھا۔ یہ 'میں' ہی کا ٹکراؤ تھا۔ کسی کی 'میں' خدا کی 'میں' تھی اور کسی کی 'میں' ابلیس کی 'میں' تھی

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ

آج ہم سے کہا جاتا ہے کہ ملانے کی بات کرو، اتفاق کی بات کرو۔ میں ضرور ملانے کے لئے تیار ہوں مگر میرے ملانے سے پہلے ابوجہلیت کو مصطفویت سے ملا دو، پہلے نمرودیت کو ابراہیمیت سے ملا دو، پہلے یزیدیت کو حسینیت سے ملا دو، پہلے تاریکی کو روشنی سے ملا دو، آگ کو پانی سے ملا دو۔ اگر آگ پانی سے نہیں مل سکتی تو پانی آگ سے کیسے ملے گا؟ اگر ابوجہلیت مصطفویت سے نہیں مل سکتی تو مصطفویت ابوجہلیت سے کیسے ملے گی؟ ذرا سوچو اور سمجھو یہ تصادم بالکل فطری تصادم ہے۔ یہ 'میں' کا ٹکراؤ ہے جس کی 'میں' خدا کی 'میں' میں فنا ہو وہ حزب اللہ ہے وہ اللہ کا گروہ ہے جس کی 'میں' شیطان کی 'میں' میں فنا ہے وہ حزب الشیاطین ہے وہ شیطانی گروہ ہے۔ یہ ٹکراؤ پہلے سے چلا آرہا ہے اور یہاں پر چلتا ہی رہے گا اس ٹکراؤ کو تم ختم نہیں کر سکتے۔ جب 'میں' لڑا رہے ہیں تو ذرا سوچ کر لڑاؤ کہ کس کے ساتھ 'میں' کو لڑا رہے ہو۔ اگر میں اپنے پیر و مرشد سے اپنی 'میں' کو چلاؤں تو کیا اپنی 'میں' چلے گی؟ اپنے استاد سے کبھی اپنی 'میں' چلے گی؟ میں اپنے نیچے والوں پر تو 'میں' کو چلاتا ہوں مگر اوپر والوں کے سامنے 'میں' کو جھکا دینا پڑتا ہے۔ اور 'میں' کو جھکا دینے میں ہی سعادت ہے

اور سعادت ہی نہیں بلکہ نجات بھی اسی میں ہے۔ اگر بڑے کی 'میں' سے ٹکرائیں گے تو کہیں کے نہیں رہیں گے۔ یاد رکھو کہ 'میں' کو ٹکرانے سے پہلے دیکھو کہ کس کی 'میں' سے ٹکراؤ ہے۔ اس تمہید کے بعد اس آیت کریمہ کی طرف توجہ کرو ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ اے محبوب ! آپ کے ذکر کو میں نے بلند کیا ہے۔ اب سوچو کہ یہ کس کی 'میں' کہہ رہی ہے۔ خدا کی۔ اب اے محبوب ! اب جو آپ کی رفعت سے ٹکرائے' آپ کی شوکت سے جو ٹکرائے اور آپ کی عظمت سے جو ٹکرائے وہ تو آپ سے نہیں ٹکرا رہا ہے بلکہ میری 'میں' سے ٹکرا رہا ہے

اللهم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

اور میری 'میں' سے ٹکرا کر شیطان نے اپنی 'میں' کو دیکھ لیا ہے۔ ان ٹکرانے والوں کو بھی انتظار کرنا چاہئے۔ اے محبوب ! آپ خود بلند نہیں ہوئے' میں نے بلند کیا ہے۔

﴿☆☆☆ اے محبوب ! آپ نے خود سے علم نہیں سیکھا' ہم نے علم سکھایا ہے ﴿وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾ (نسآء/۱۱۳) اور آپ کو سکھایا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ (البیان)

﴿وَنَزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (نحل/۸۹)

اور ہم نے تم پر یہ قرآن اُتارا جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

﴿اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ بیشک ہم نے آپ کو کوثر (بے حد و بے حساب انعامات اور خیر کثیر) عطا کئے ہیں۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ (الاحزاب/۴۶) اے نبی مکرم: ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سُنانے والا اور بروقت ڈرانے والا اور دعوت والا اللہ کی طرف اس کے اذن سے اور آفتاب روشن کر دینے والا (ضیاء القرآن)

﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَالنَّاسِ لَايَعْلَمُوْنَ﴾ (سبا/ ۲۸) اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر لیکن (اس حقیقت کو) اکثر لوگ نہیں جانتے۔

﴿اِنَّـآ اَرۡسَـلۡـنٰكَ شَـاهِـدًا وَّمُبَشِّـرًا وَّنَـذِيۡـرًا ۙ لِّتُـؤۡمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ ؕ وَتُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا﴾ (الفتح/۹)

بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی و ڈر سُنا تا' کہ اے لوگو تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو' اور صبح و شام اللہ کی پا کی بولو (کنز الایمان)

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمۡ بُرۡهَانٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ نُوۡرًا مُّبِيۡنًا ۚ﴾

(النساء۱۷۴) اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نُور اُتارا۔

﴿اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا﴾ (البقرۃ)

بے شک ہم نے (اے محبوب) آپ کو بھیجا حق کے ساتھ بشیر اور نذیر بنا کر۔

﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ (الانبیاء/۱۰۷)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو (اے محبوب)' مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔

﴿ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا﴾ (الفرقان/۵۶)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو (اے محبوب) مگر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی شان محبوبیت میں یہ چند آیات کریمہ پیش کی گئی ہیں حقیقت یہ ہے کہ اگر قرآن کریم کو بنظر ایمان دیکھا جائے تو اس میں اوّل سے آخر تک نعتِ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام معلوم ہوتی ہے۔ قرآن کریم کا ہر موضوع اپنے لانے والے محبوب ﷺ کے محامد اور اوصاف کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

ہم نے تجھے **احمد الحامدین** بنایا۔ احمد کا معنی ہے **احمد الحامدین لربه** : تمام حمد کرنے والوں سے بڑھ کر اپنے رب کی حمد کرنے والا۔ اپنے رب کی حمد کی کثرت کی برکت سے ہی آپ محمد بھی بنے۔ **فالمحمد هو الذی حمد مرة بعد مرة** یعنی جس کی بار بار حمد کی جا رہی ہو وہ محمد ہے۔ نہ اپنے رب کی حمد و ثنا کرنے میں آپ کا کوئی مثیل ہے' کوئی فرشتہ' کوئی رسول' کوئی نبی اپنے خداوند کی حمد سرائی اور ثنا گستری میں اس مقام پر

نہیں پہنچا اور نہ پہنچ سکتا ہے جس مقام پر اللہ تعالیٰ کا یہ پیارا حبیب فائز ہے۔ اسی طرح مخلوق میں سے جتنی حمد اور جتنی ستائش اس عبدِ محبوب کی ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی، کسی اور کو نصیب نہیں۔ جنّ وانس اس کے ثنا خوان ہیں، حُور وَ ملک اس کی توصیف میں رطب اللسان ہیں اور خود خدا بھی اس کی مدح فرما رہا ہے۔ صرف اس فانی دنیا ہی میں نہیں بلکہ عالمِ آخرت میں بھی حضور ﷺ کی شان نرالی ہوگی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس شانِ محمدیت کی تابانیوں کا صحیح اندازہ اس وقت ہوگا جب دستِ مبارک میں لوائے حمد تھامے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ حبیب مقامِ محمود پر جلوہ فرما ہوگا۔ ☆☆☆ ﴾

اے محبوب ! آپ کے جتنے خوبیاں ہیں میری دی ہوئی خوبیاں ہیں۔ خوبیوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک اختیاری خوبی، ایک غیر اختیاری خوبی۔ اختیاری خوبی کا یہ معنٰی ہے کہ جس میں آپ کے اختیار کو دخل ہو، آپ کے کسب کو دخل ہو۔ کسی فن کا سیکھنا یہ اختیاری خوبی ہے۔ مگر کچھ خوبیاں ایسی ہیں جو اختیاری نہیں ہے مثلاً قد وقامت، حسن وجمال ...... یہ اختیاری چیز نہیں ہے۔ چاند کو چمکنا ہی پڑے گا چاہے اُس کی مرضی ہو یا نہ ہو۔ سورج کو روشنی دینا ہی پڑے گا چاہے اس کی مرضی ہو یا نہ ہو۔ دریا کو بہنا ہی پڑے گا آبشار کو نہریں دینے ہی پڑیں گے چاہے مرضی ہو یا نہ ہو۔ مسئلہ کی بات عرض کرتا ہوں اگر غیر اختیاری خوبی کی تم بُرائی کرو تو یہ خدا کی بُرائی ہے اور اچھائی بیان کرو تو یہ خدا کی اچھائی۔ جس کی خوبی اختیاری نہ ہو اُس کی بُرائی خدا کی بُرائی ہے اور اُس کی اچھائی خدا کی اچھائی ہے اگر چاند کو تم نے بُرا کہا تو کیا چاند اپنے خود سے بنا ہے خدا ہی نے بنایا ہے بنانے والے کو بُرا کہہ رہے ہو۔ اگر شکل وصورت کو بُرا کہا تو بنانے والے کو بُرا کہا، اس لئے کہ یہ غیر اختیاری ہے مگر کسی چیز کو تم پیش کرتے ہو جو اُس کے اختیار میں دیا گیا ہے تو یہ اسی کی بُرائی ٹھہرتی ہے کہ فلاں کا علم ٹھیک نہیں ہے فلاں کا حافظہ اچھا نہیں ہے فلاں اچھا کھیل نہیں جانتا، چونکہ یہ اختیاری چیز ہے لہذا یہ اس کی بُرائی ہوگی۔ سب کا علم اختیاری مگر محبوب کا علم غیر اختیاری۔ اس لئے کہ اے محبوب ! یہ علم تم نے نہیں سیکھا، میں نے سکھلایا ہے۔ اے محبوب ! تم بلند نہیں ہوئے، میں نے بلند کیا ہے۔ اے محبوب !

تم خود سے رحمۃ للعالمین نہیں بنے' میں نے بنایا ہے۔ جو کوشش سے حاصل کر سکتے تھے میں نے بغیر کوشش بہت کچھ دیا ہے اس لئے کہ اب آپ کی کسی بھی صفت کی کوئی بُرائی کرے تو وہ خدا کی بُرائی ہوگی اور کسی نے آپ کی تعریف کی تو وہ خدا کی تعریف ہو اور جو کوئی آپ کی صفات سے ٹکرائے وہ میری 'میں' سے ٹکرائے۔ میں بلند کر رہا ہوں اور یہ ٹکرانے والا ٹکرا رہا ہے۔ میں نے بلند کیا اور جب میں نے بلند کیا ہے تو اب جو آپ کی صفت سے ٹکرائے وہ میری 'میں' سے ٹکرائے۔

رفعتِ مطلقہ : ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ یہ بات یوں بھی کہی جا سکتی تھی **وَرَفَعْتُ لَكَ ذِكْرَكَ** اے محبوب میں نے بلند کیا۔ یہ **رفعنا** کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا؟ یہ جمع کا صیغہ ہے واحد حقیقی کے لئے تو یہی تھا **وَرَفَعْتُ لَكَ ذِكْرَكَ** (میں نے بلند کیا) کہتا۔ مگر کہتا ہے **ورفعنا** ہم نے بلند کیا۔ واحد کی جگہ جمع کا لفظ استعمال کیا۔ جہاں واحد کی جگہ جمع کا لفظ استعمال کیا جائے' وہاں اظہارِ عظمت مقصود ہوتا ہے جب محبوب کی بلندی بیان کی جا رہی ہے تو خدا خود اپنی عظمت کا اظہار فرما رہا ہے جیسا بلند کرنے والا ہوگا ویسا ہی بلند ہونے والا ہوگا یہ کیسا بلند ہوا مثلاً کسی بچے نے کہا کہ میں نے بلند کیا تو اس کی طاقت کے مطابق بلند کیا ہوگا۔ اگر کسی جوان نے کہا تو وہ اپنی طاقت کے مطابق بلند کیا ہوگا اُس کی طاقت دریافت کرتے جائیں گے۔ جب خدا فرماتا ہے کہ میں نے بلند کیا تو اب محبوب کی رفعت سمجھنے سے پہلے خدا کی قدرت کو سمجھو۔ بلند ہونے والے کو نہ دیکھو' بلند کرنے والے کو دیکھو اور بتلاؤ خدا کی قدرت کہاں تک بلند کر سکتی ہے۔ جب خدا کی قدرت کی انتہاء نہیں تو محبوب کی رفعت کی انتہاء کیا بتلاوں۔

﴾ ☆☆☆ یہ آیت کریمہ بظاہر تو مختصر سی ہے مگر اس کے ایک ایک کلمہ میں جس قدر رفعت محبوب ہے اس کے بیان سے زبان وقلم قاصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جن مقاماتِ عالیہ پر فائز فرمایا اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کے ذکرِ اطہر کو وہ بلندی اور رفعت عطا ہوئی ہے کہ ایسی بلندی کا کسی دوسرے کے لئے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

یہی بات ﴿وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ﴾ (اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا) میں ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے رفعت بخشی مگر کس کے مقابلے میں؟ عام مخلوق کے ذکر کے مقابلے میں، ملائکہ کے ذکر کے مقابلے میں، انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے مقابلے میں، یا رُسلِ عظام کے ذکر کے مقابلے میں۔

اس آیتِ مبارکہ میں مدِّ مقابل کا ذکر ہی نہیں۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ یہاں رفعت سے مراد رفعتِ مطلقہ ہے یعنی مخلوق میں جتنے بھی صاحبِ رفعت ہیں اُن میں سے کوئی بھی حضور ﷺ کے مقامِ رفعت کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ حضور ﷺ کی شانِ اقدس اس لحاظ سے بھی منفرد ہے کہ وہ تمام صفات جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئی ہیں اُن میں سے ہر صفت اپنی شان اور رفعت میں اپنے مدمقابل کو ملنے والی ہر صفت کے مقابلے میں بلند تر ہے۔

سیدنا حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

وَاَحۡسَنُ مِنۡكَ لَمۡ تَرَ قَطُّ عَيۡنِيۡ ۔۔۔ وَاَجۡمَلُ مِنۡكَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَآءِ

خُلِقۡتَ مُبَرَّءً مِّنۡ كُلِّ عَيۡبٍ ۔۔۔ كَاَنَّكَ قَدۡ خُلِقۡتَ كَمَا تَشَآءُ

اے حُسن و جمال کے تاجدار، احمد مختار

آپ سے بڑھ کر کوئی حُسن و جمال والا میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا

آپ سے بڑا صاحبِ کمال تمام جہاں کی عورتوں کی آغوش میں کبھی کوئی نہیں پیدا ہوا

خالقِ حُسن و جمال نے آپ کو ہر عیب سے بَری اور پاک پیدا فرمایا ہے

گویا آپ جس طرح چاہتے تھے خلّاق عالم نے آپ کی تخلیق فرمائی

سب سے افضل واعلیٰ : یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور تاجدارِ انبیاء ﷺ کی ذات ستودہ صفات اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے افضل واعلیٰ اور بلند وبالا ہے اور تمام انبیاء کرام میں بھی سب سے افضل۔ آپ جو دین لے کر آئے وہ تمام ادیان سے افضل۔ آپ جو کتاب لے کر آئے وہ تمام کتابوں سے افضل۔ جو نظام لے کر آئے، وہ تمام نظاموں سے افضل۔ جو قانون لے کرے آئے، وہ تمام قوانین سے افضل (حضور ﷺ کا قانون قانون الٰہی)۔

جس شہر میں تشریف لائے، وہ شہر تمام شہروں سے افضل۔ جس ملک میں تشریف لائے، وہ ملک سارے مُلکوں سے افضل۔ جس سال میں جلوہ گر ہوئے، وہ تمام سالوں سے افضل۔ جس ماہ میں آئے، وہ ماہ تمام مہینوں سے افضل (ربیع الاول یعنی پہلی بہار۔ چونکہ پہلی بہار عالم ارواح والی اس میں آئی، نام ہوا ربیع الاول)۔ جس دن آئے، وہ دن تمام دنوں سے افضل۔ جس وقت آئے، وہ وقت تمام اوقات سے افضل۔ جو پانی حضور ﷺ کی انگلیوں سے بہا وہ زمزم سے افضل ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ جس قبیلے میں آئے، وہ قبیلہ تمام قبیلوں سے افضل۔ حضور ﷺ جس خاندان میں آئے، وہ خاندان تمام خاندانوں سے افضل۔ حضور ﷺ کے ماں باپ سارے جہان کے غیر نبی ماں باپ سے افضل۔ حضور ﷺ کے صحابہ تمام نبیوں کے صحابہ سے افضل۔ حضور ﷺ کی آل پاک تمام رسولوں کے آل اولاد سے نفیس ترین۔ حضور ﷺ کی امت تمام رسولوں کی اُمت سے بہترین اُمت ہے۔ اسی طرح جس محفل میں حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر ہو، وہ محفل بھی ساری محفلوں سے افضل۔

حضور ﷺ کا گھر خدا کا گھر۔ حضور ﷺ کا دیکھنا خدا کا دیکھنا۔ حضور ﷺ کا بولنا خدا کا بولنا (﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم) اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی، جو انھیں کی جاتی ہے (یعنی ہمارے نبی اپنی خواہش سے کلام بھی نہیں فرماتے۔ جو کچھ فرماتے ہیں وہ رب کی وحی ہوتی ہے)۔ حضور ﷺ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ۔ حضور ﷺ کا پھینکنا خدا کا پھینکنا (﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (الانفال ۱۲/۸) اور (اے محبوب) وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم نے نہ پھینکی تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی)۔ حضور ﷺ کی بیعت خدا کی بیعت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ؕ﴾ (الفتح /۱۰) وہ جو تمھاری بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ تو اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا، اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اسے بڑا ثواب دے گا۔

سارے جہانوں میں ذکرِ رسول کی بلندی : رفعت کے معنٰی ہیں بلندی۔ **رفعنا** کے معنٰی ہوئے ہم نے اونچا کردیا آپ کا ذکر۔ اس اونچا کرنے کے معنٰی میں بہت گنجائش ہے اولاً تو یہ کہ تمام بڑوں کے ذکرتو زمین پر، مگر محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چرچا زمین پر بھی اور آسمان پر بھی، جنت میں بھی۔ دُنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ پر سورج غروب ہورہا ہے اور غروبِ آفتاب کے وقت مغرب کی اذان ہورہی ہے اسی طرح ہر وقت کہیں نہ کہیں فجر ہورہی ہے اور جہاں طلوع فجر ہے وہاں فجر کی اذان ہورہی ہے وعلی ہذا القیاس، اوراذان میں جہاں اللہ کا نام بلند کیا جارہا ہے وہاں رسول اللہ ﷺ کا نام بھی بلند کیا جارہا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دُنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ پر آپ کا نام بلند کیا جارہا ہے اور جس طرح کلمہ شہادت میں، اذان میں، اور تشہد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام رکھا ہے انبیاء سابقین میں سے کسی کا نام اپنے نام کے ساتھ نہیں رکھا۔

آپ کے ذکر کی رفعتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق، جنت، عرش ولوح، کرسی، قلم حتیٰ کہ ہر ذرّے ذرّے پر اپنے محبوب کا نام ثبت فرمادیا تاکہ لوگوں پر یہ واضح ہوجائے کہ جہاں تک میری رُبوبیت کا دائرہ ہے وہاں تک اس رسول کی رسالت ہے۔ اگر میں رب العٰلمین ہوں تو اس کو میں نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ بیشک پیدا کرنے والا میں ہوں لیکن ان کا مالک میں نے اپنے محبوب کو بنادیا ہے کیونکہ مالک کے علاوہ کسی دوسرے کا نام شئے پر نہیں لکھا جاتا۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں   خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

اے اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب ﷺ آپ کی شان وعظمت بہت ہی بلند وبالا ہے آپ کا مقام اتنا بلند ہے کہ آپ کی عظمت کے جھنڈے عرش اعظم پر لہرارہے ہیں۔ زمین والے آپ کی شان وشوکت کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکتے۔ کاش وہ آپ کی بلندترین شان وعظمت سے باخبر ہوتے جو عرش بلکہ لامکان تک پھیلی ہوئی ہے۔

حدیث قدسی میں ہے **اینما ذکرتُ ذکرتَ معی** جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں ساتھ تمہارا

ذکر ہوگا۔ رب تعالیٰ کا ذکر زمینوں میں بھی ہوتا ہے اور آسمانوں میں بھی' فرش پر بھی ہوتا ہے اور عرش پر بھی ہوتا ہے۔ لازمی طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکرِ مبارک بھی فرش وعرش پر ہوتا ہے بلکہ جنت میں بھی حضور ﷺ کے اسم گرامی کا بول بالا ہے حدیث پاک میں ہے کہ جنت کے درختوں کے ہر پتے پر حضور ﷺ کا نام نامی اسمِ گرامی لکھا ہوا ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جس طرح ایک جھنڈا کعبہ معظّمہ پر اور ایک بیت المقدس پر اور ایک زمین وآسمان کے درمیان نصب فرمایا' اسی طرح بحکم الٰہی آسمانوں کے اُوپر بیت المعموڑ پر جو خانہ کعبہ کے بالکل سیدھ میں بالکل کعبہ جیسی ایک عمارت ہے ایک جھنڈا اس عمارت پر بھی لہرایا۔
سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

ما ان مدحت محمدا بمقالتی   لٰکن مدحت مقالتی بمحمد

میں نے اپنے کلام سے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف نہ کی بلکہ اُن کے ذکرِ پاک سے اپنے کلام کو قابلِ تعریف بنالیا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور نبی مکرم ﷺ کو کوثر عطا فرمایا ﴿ **اِنَّـآ اَعْـطَيْـنٰكَ الْكَوْثَرَ** ﴾ اے محبوب ہم نے آپ کو (خیر کثیر) بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ کوثر سے مراد حضور ﷺ کی نبوت اور فیوض و برکات کی کثرت' قرآن کریم' دین اسلام' صحابہ کرام کی کثرت' رفع ذکر' امت کثیرہ ہے۔

اب تیرا نام بھی آئے گا میرے نام کے ساتھ : ☆ رفعتِ ذکر کی ایک اہم صورت یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کے نام کو اپنے نامِ مبارک کے ساتھ متصل فرمادیا' مثلاً کلمہ طیبہ (**لَآاِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**) میں جہاں توحید کا اعلان ختم ہوتا ہے وہاں سے رسالت کی بات شروع ہوجاتی ہے۔ درمیان میں واؤ عاطفہ کا ذکر بھی نہیں حالانکہ دو ذاتوں کا ذکر ہے جس کا تقاضا عطف ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ میرے اور میرے محبوب کے ناموں کے درمیان واؤ آجائے۔ یعنی ہم اگرچہ دو ہیں مگر ہم

میں دوئی کا تصور نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت، اتباع، محبت وغیرہ میں جہاں اپنا ذکر کیا ہے وہاں اپنے محبوب کا ذکر بھی متصلا کیا ہے۔ سید قطب مصری ﴿وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: **رفعناه فی الملاء الاعلیٰ ورفعناه فی الارض ورفعناه فی هذه الوجود جميعا رفعناه فجعلنا اسمك مقرونا باسم الله كلما تحركت به الشفاه** ہم نے آپ کا ذکر ملاء اعلیٰ میں بلند کر دیا اسی طرح زمین میں اور اس تمام روئے کائنات میں بھی اور ہم نے آپ کے اسم گرامی کو اپنے ساتھ اس طرح پیوست کر دیا ہے کہ جب بھی اللہ کا نام کوئی لے گا آپ کا بھی لے گا۔ ہر جگہ جہاں رب کا نام، وہاں محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامِ پاک۔ (کلمہ، اذان، نماز، التحیات، خطبہ ....)

☆ بڑے بڑے نامور دُنیا سے ایسے گئے کہ اُن کا نام بھی مِٹ گیا مگر نہ مِٹا تو اُن کا چرچا۔ لوگوں نے اُن کا ذکر بند کرنے کی بہت کوشش کی، بدعت کہا، شرک کے فتوے لگائے مگر وہ خود مِٹ گئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہ مٹ سکا۔

☆ سارے ملائکہ اور نبیوں سے آپ پر درود وسلام پڑھوا دیا گیا ﴿**اِنَّ اللّٰـهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا**﴾ (الاحزاب/ ۵۹) بیشک اللہ تعالیٰ اور اُس کے تمام فرشتے نبی مکرم پر دُرود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو ! تم بھی (بڑے ادب ومحبت سے) اُن پر دُرود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

اللهم صل علیٰ سيدنا محمد وعلیٰ آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلی علیه

گویا ازل سے لیکر ابد تک کوئی وقت نہیں گزرتا مگر اُس وقت میں اللہ تعالیٰ، حضور ﷺ پر صلوٰۃ پڑھتا رہتا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہو:

﴿**سَلٰمٌ عَلَيۡهِ يَوۡمَ وُلِدَ وَيَوۡمَ يَمُوۡتُ وَيَوۡمَ يُبۡعَثُ حَيًّا**﴾ (مریم/ ۱۵) سلامتی ہے اُن کی پیدائش کے دن اور اُن کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اُٹھائے جائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا: ﴿**وَالسَّلٰمُ عَلَىَّ يَوۡمَ وُلِدْتُّ وَيَوۡمَ اَمُوۡتُ وَيَوۡمَ اُبۡعَثُ حَيًّا**﴾ (مریم/ ۳۳) اور مجھ پر سلامتی ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مَروں (وفات پاؤں) اور جس دن زندہ اُٹھایا جاؤں۔

حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر یوم ولادت، یوم وفات اور یوم بعثت (جس دن وہ زندہ اُٹھائے جائیں) صرف تین بار اللہ تعالیٰ نے سلام نازل کرنے کا ذکر فرمایا اور نبی کریم ﷺ پر زمان و مکان کی کسی قید کے بغیر اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ نازل کرنے کا ذکر فرمایا۔ پھر وہاں سلام کا ذکر تھا یہاں صلوٰۃ کا ذکر ہے۔ وہاں تین ایام کی قید ہے یہاں اعداد وشمار کا ذکر نہیں ہے۔ نہ الوہیت کے عدم کا تصور ہے نہ آپ کے ذکر کے انقطاع کا تصور ہے۔

عہدِ میثاق اور ذکرِ رسول : میثاق کے دن سارے نبیوں نے آپ کا کلمہ پڑھا۔

﴿**وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّحِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنۡصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَاَخَذۡتُمۡ عَلٰى ذٰلِكُمۡ اِصۡرِىۡ ؕ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا ؕ قَالَ فَاشۡهَدُوۡا وَاَنَا مَعَكُمۡ مِّنَ الشّٰهِدِيۡنَ**﴾ (ال عمران ۳/۸۱)

اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمھیں اس کی جو عطا کروں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمھارے پاس وہ رسُول جو تصدیق کرنے والا ہو اُن (کتابوں) کی جو تمھارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اُس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی (اس کے بعد) فرمایا، کیا تم نے اقرار کرلیا اور اُٹھالیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہّ؟ سب نے عرض کی، ہم نے اقرار کیا (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو گواہ رہنا اور میں (بھی) تمھارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

حق تعالیٰ نے سارے پیغمبروں سے اور بالواسطہ اُن کی امتیوں سے روز میثاق یہ عہد لیا کہ اے گروہ انبیاء جب میں تمہیں دنیا میں بالواسطہ یا بالا واسطہ اپنی کتاب یا صحیفہ اور اپنا علم وحکمت عطا فرماؤں، تمہیں تمغۂ نبوت سے سرفرازی بخشوں، پھر اسی حال میں جبکہ تمہاری نبوت کا آفتاب خوب چمک رہا ہو اور تمہارا کلمہ پڑھا جارہا ہو، تمہارے نام کے ڈنکے بج رہے ہوں وہ پچھلا پیغمبر دُعائے خلیل اور بشارت عیسیٰ ساری خلقت کا ہادی، عرش وفرش کا بادشاہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ تمہارے پاس تشریف لائے تو تم اُن کا کلمہ پڑھ کر اُن پر ایمان لانا اور ہر طرح اُن کی امداد کرنا، اور اعانت کرنا، بولو کیا اقرار کرتے ہو، اور اس

بھاری ذمہ کو اُٹھاتے ہو؟ تمہیں یہ بات منظور ہوگی؟ سب نے عرض کیا اے مولیٰ! ہم سب کو اس کا اقرار ہے تجھ سے عہد کرتے ہیں اور اس کی پابندی کریں گے۔ فرمایا' اچھاتم سب ایک دوسرے پر گواہ بن جاؤ۔ صرف تمہاری گواہی پر ہی بس نہیں' بلکہ ہماری شاہی گواہی بھی اس میں شامل ہے۔ہم بھی تمہارے ساتھ گواہ ہیں۔ خیال رہے کہ جو کوئی اس عہد و پیمان کے بعد اس نبی پر ایمان لانے سے منہ موڑے گا وہ کافر ہوگا۔

محفل میلاد شریف سنت الٰہیہ ہے۔ دیکھو مجلس میثاق میرے حضور علیہ السلام کی محفل تھی جس میں حق تعالیٰ حضور کا میلاد فرمانے والا' بزم انبیاء سُننے والی تھی۔ نبوت کی شیرینی اس مجلس کا تبرک تھا جو بقدر قابلیت انبیاء کو تقسیم ہوا۔ خیال رہے کہ ذکر ولادت ہی کا نام محفل میلاد ہے خواہ آئندہ کے لحاظ سے ہو یا گذشتہ زمانہ کے اعتبار سے۔

میرے رسول کی میلاد کے صدقے میں کسی کو نبوت ملی' کسی کو ولایت ملی' کسی کو قرآن ملا' کسی کو انجیل ملا' کسی کو زبور عطا ہوئی' کسی کو توریت ملی۔۔۔اور ہم سب کو رسول کی غلامی مل گئی۔ رسول کا کلمہ پڑھنے کی سعادت مل گئی۔ ایمان والوں کو ایمان ملا اور کفر والوں کو رسول کی دھرتی پر رہنے کی مہلت مل گئی ۔۔۔ یہی ذکر میلادِ مصطفٰی ہے۔ معلوم ہوا کہ رسول کی میلاد کا ذکر کرنا سنتِ کبریا ہے اور ذکر کا سُننا سُنتِ انبیاء ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے بلندی کو اپنی طرف اس لئے نسبت کیا کہ کسی کو عزت ملتی ہے کنبہ و خاندان سے' کسی کو دولت سے' کسی کو کسی خاص دن میں پیدا ہونے سے' کسی کو کسی کی وجہ سے......مگر ہمارے محبوب کو کسی سے عزت نہیں ملی بلکہ سب کو اُن سے عزت ملی۔۔اور اُن کو اُن کے رب نے عزت دی۔ اسی لئے آپ کی ولادت پاک نہ تو جمعہ کو ہوئی نہ شنبہ کو اور نہ اتوار اور نہ منگل کو۔ کیونکہ جمعہ تو اسلام کا معظم دن ہونے والا تھا' شنبہ یہودیوں کا' اتوار عیسائیوں کا' اور منگل مشرکین کا۔ دوشنبہ (پیر) کو ولات ہوئی تا کہ اس دن کو حضور ﷺ سے عزت ملے۔

اسی طرح رمضان وغیرہ کسی مشہور مہینہ میں ولادت نہ ہوئی بلکہ ربیع الاول میں ہوئی تا کہ اس مہینہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عزت ملے' نیز آپ کی ولادت بیت المقدس میں نہ ہوئی کہ کوئی کہتا چونکہ وہ نبیوں کا شہر ہے اس لئے اس جگہ پیدا ہونے سے آپ کو

عزت بڑھ گئی اور نہ کسی سرسبز ملک میں ولادت ہوئی کہ کوئی سیر کرنے کو جائے اور زیارت بھی کر آئے' بلکہ مکہ مکرمہ عرب کا خشک ملک آپ کی ولادت کے لئے منتخب کیا گیا' پھر مکہ مکرمہ میں آپ کو نہ رکھا کہ کوئی شخص آپ کی زیارت حج بیت اللہ کے طفیل نہ کرے بلکہ مدینہ منورہ میں رکھا گیا کہ زیارت سرکار کے لئے علحدہ سفر کرو۔ کعبہ معظّمہ کی طرف بھی نماز اسی لئے ہوئی ہے کہ محبوب نے اس کو قبلہ بنادیا۔ اسی لئے پہلے بیت المقدس کو قبلہ بنایا' اور پھر کعبہ کو۔ اگر پہلے ہی سے کعبہ معظّمہ قبلہ ہوتا تو محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ شان ظاہر نہ ہوتی۔

حق یہ ہے کہ دُنیا وآخرت' دوزخ وجنت' مومن وکافر...... بلکہ شیاطین بھی انہی کی رفعتِ ذکر کے لئے بنائے گئے کہ مومن تو اُن کے گیت گائیں۔ کفار اُن کا ذکر روکیں تو ذکر کی اور بھی اشاعت ہو۔ جنت میں اُن کے فرمانبردار جائیں اور دوزخ میں اُن کے دشمن ٹھونس دیئے جائیں۔ دیکھو رب تعالیٰ نے شیطان کو علم وادب' تقرب' تصرف سب کچھ دے کر ایک سجدے کے انکار سے مردود کیا۔ اُسے بلند کر کے نیچے گرادیا تا کہ قیامت تک کے علماء' صوفی' مشائخ' عابد' عارف' خطباء' واعظین ......عبرت پکڑیں کہ اس بارگاہ کی بے ادبی سے سارا کیا کرایا اکارت جاتا ہے۔ سجدۂ آدم دراصل نور محمدی کو سجدہ تھا۔

انسان اپنی بنائی چیز خود بگاڑ سکتا ہے مگر رب تعالیٰ کی بنائی چیز کسی کے بگاڑے نہیں بگڑتی۔ انسان' چراغ اور موم بتی بجھا سکتا ہے کیونکہ انہیں انسانوں نے ہی روشن کیا تھا لیکن چاند سورج کسی کی پھونک سے نہیں بجھتے کیونکہ رب تعالیٰ کے روشن کئے ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ کی رفعت کو اپنی طرف نسبت فرما کر یہ بتایا کہ تمہاری بلندی کسی مخلوق کی طرف سے نہیں۔ محض ہماری عطا ہے لہذا انہیں کوئی نیچا نہیں کرسکتا بلکہ جو تمہیں نیچا کرنا چاہے گا وہ خود نیچا ہو جائے گا' اور جو تمہارا چرچا کرے گا اس کا دُنیا میں چرچا ہو جائے گا۔ رفعنا کو ماضی فرما کر یہ بتایا کہ تمہاری بلندی آج کی ہی نہیں' بہت پہلے کی ہے اور ماضی کو مطلق فرما کر ارشاد فرمایا کہ تمہاری بلندی گذشتہ کے قرب وبعد کی قید سے آزاد ہے۔ ہر زمان تمہاری آن بان اور شان اعلیٰ رہی۔ حق تو یہ ہے کہ یہ ماضی وحال مستقبل فقط سمجھانے کے لئے ہیں ورنہ اُن کی بلندی جب سے ہے جب نہ ماضی تھی نہ مستقبل۔ یعنی زمانہ سے پہلے انہیں بلندی ملی۔

آپ بلند ہی نہیں بلکہ بلندیوں کے مالک ہیں : لفظ **لَكَ** (تیری خاطر) کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہ رفعتِ ذکر اس طور پر ہو کہ کوئی اس میں آپ کا شریک وسہیم نہ ہو، تا کہ یہ آپ کی خصوصیت بن سکے۔ **لَكَ** اس لئے بڑھایا گیا کہ جس سے معلوم ہو کہ بلندی اور رُتبہ آپ کی ملک کر دیا گیا کہ جس کو آپ بلند فرمائیں وہ بلند ہو جائے اور جس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دھتکار دیں اُس کو دونوں جہاں میں کہیں بھی پناہ نہ ملے۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے یہ گھٹائیں اُسے منظور بڑھانا تیرا

رفعتِ ذکر کی بعض صورتیں : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت ﴿**وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ**﴾ کے بارے میں فرمایا **اتأني جبرئيل عليه السلام وقال ان ربك يقول اتدري كيف رفعت ذكرك قلت الله تعالىٰ اعلم قال اذا ذكرت ذكرت معي** حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا رب کریم پوچھتا ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے ذکر کو کس طرح بلند کیا؟ میں نے جواب دیا: اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کے رفعِ ذکر کی کیفیت یہ ہے کہ جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہاں آپ کا بھی میرے ساتھ ذکر کیا جائے گا (بخاری شریف)

تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں: نبوت ورسالت اور دیگر فضائل ومراتب کے ساتھ اس سے بڑھ کر رفعِ ذکر کیا ہوسکتا ہے کہ جیسے حق سبحانہ وتعالیٰ نے کلمات شہادت میں حضور سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کا نام نامی اپنے اسم گرامی کے ساتھ ملایا۔ حضور ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا، ملائکہ کے ساتھ آپ پر درود بھیجا اور مومنوں کو درود پاک پڑھنے کا حکم دیا اور جب بھی خطاب کیا معزز القاب سے مخاطب فرمایا جیسے ﴿**يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ**﴾ ﴿**يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ**﴾ ﴿**يٰٓاَيُّهَا الْمُزمِلُ**﴾ ﴿**يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِرُ**﴾ جب کہ دیگر انبیاء ورُسل علیہم السلام کو اُن کے اسماءِ گرامی کے ساتھ یاد فرمایا جیسے ﴿**وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَامُوْسىٰ ...**﴾ ﴿**يٰعِيْسىٰ اِنِّى مُتَوَفِّيْكَ..**﴾ ﴿**وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ...**﴾۔

(ہمارے حضور ﷺ کو کہیں یا احمدؐ یا محمد کہہ کر نہیں پُکارا۔ جہاں پُکارا پیارے القاب سے پُکارا) اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے پہلی کتابوں میں حضور ﷺ کا ذکرِجمیل فرمایا اور تمام انبیاء ورُسُل سلام اللہ علیہم اجمعین اور اُن کی اُمتوں سے محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان کا عہد لیا۔ آج دُنیا کا کوئی آباد ملک ایسا نہیں جہاں روز وشب میں پانچ بار حضور ﷺ کی رسالت کا اعلان نہ ہورہا ہو۔ (تفسیر ضیاءالقرآن)

اس میں ہم غلاموں کو تعلیم ہے کہ جب ہم اُن کے رب ہو کر انہیں نام لے کر نہیں پُکارتے اور تم تو اُن کے غلام، نمک خوار ہو، تمہیں نام لے کر پُکارنے کا حق کیسے پہنچ سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ محبوب ﷺ کی اُمت میں وہ لوگ بھی پیدا ہوں گے جو کہا کریں گے کہ یارسول اللہ کہنا شرک ہے۔ اُن کا منہ بند کرنے کے لئے اپنے حبیب کو جگہ جگہ پُکارا تاکہ بتایا جائے کہ یہ تو میری سُنّت ہے۔ شرک کیسا؟

مصیبت میں زبان سے میری نامِ پاک کیا نکلا مصیبت خود بنی میرا سہارا یارسول اللہ

حضور ﷺ کو دُور یا نزدیک سے پُکارنا جائز ہے اُن کی ظاہری زندگی پاک میں بھی اور بعد وفات شریف بھی، خواہ ایک ہی شخص عرض کرے یارسول اللہ یا ایک جماعت مل کر نعرہ رسالت لگائے یارسول اللہ ہر طرح جائز ہے (جآءالحق)

حضور ﷺ کو نداء کرنا قرآن کریم، فعل ملائکہ، فعل صحابہ کرام اور عمل اُمّت سے ثابت ہے۔ مشکوٰۃ کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا **یامحمد اخبرنی عن الاسلام** نداء پائی گئی۔

مجاہد، قتادۃ، محمد بن کعب، ضحاک اور حسن وغیرہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس بارے میں کہا **لااذکر الا ذکرت معی** کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا کہ میرا ذکر نہ ہوگا مگر تیرا ذکر میرے ذکر کے ساتھ ہوگا۔(ابن کثیر) سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وشق لہ من اسمہ لیجلہ فذوالعرش محمود هذا محمد

وضو الالہ اسم النبی الی اسمه اذا قال فی الخمس المؤذن اشهد

حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت وقدر افزائی کے لئے اُن کا نام نامی

اپنے نام سے نکالا تو عرش کا مالک محمود ہے اور آپ (ﷺ) محمد ہیں اور اللہ نے نبی کا نام اپنے نام کے ساتھ ملا دیا ہے جب کہ پانچوں وقت اذان میں اذان دینے والا **اشھــــد** (میں گواہی دیتا ہوں) کہتا ہے۔ اہلِ آسمان اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے ہیں آپ کا نام گرامی ساقِ عرش، قصور جنت کی ہر اینٹ پر، حور وغلمان کی پیشانیوں پر، اشجار جنت کے تمام پتوں پر اور انہار جنت کے کنارے پڑے تمام کوزوں پر لکھا ہوا ہے حتیٰ کہ لوح محفوظ کے مرکز میں لکھا ہوا ہے **لاالـه الا الـله وحده، محمد عبده ورسوله** ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی شہادت رسالت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و بندگی کی تصدیق بے فائدہ ہے اور ایسا کرنے والا کافر ہی رہے گا اور ایمان کی لذت سے بہرہ مند نہ ہوگا۔ قتادہ کا قول ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر دُنیا میں بلند ہے اور آخرت میں بھی بلند ہے۔ (تفسیر الحسنات، علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اشرفی)

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر اپنے نام کے ساتھ اپنے حبیب کا نام بھی نقش فرما دیا ہے۔ جس طرح ہم اپنی چیزوں پر اپنا نام لکھواتے ہیں کہ دیکھنے والا پہلی نظر میں جان لیتا اور پہچان لیتا ہے کہ اس کا بنانے والا اور مالک کون ہے۔ بلاتشبیہ اسی طرح ہر چیز پر **لاالـه الا الـله محمد رسول الله** کی تحریر تجلّی فرما کر پروردگار عالم نے یہ ارشاد فرما دیا کہ اے دُنیا وآخرت کی نعمتوں کو دیکھنے والو! اے جنت النعیم کے جمالستان کا نظارہ کرنے والو! تم ہر چیز پر **لاالـه الا الـله** لکھا دیکھ کر یہ سمجھ لو کہ اس چیز کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہے اور **محـمد رسول الله** پڑھ کر یہ یقین کر لو کہ خُدا کی عطا سے اس وقت اس چیز کے مالک محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

رب ہے مُعطی یہ ہیں قاسم　　رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

زمین وآسمان بلکہ سارے جہان کی ہر ہر چیز جس طرح اللہ تعالیٰ کو جانتی پہچانتی اور مانتی ہے اسی طرح ہر ہر چیز پیارے مصطفیٰ سید عالم ﷺ کو بھی جانتی پہچانتی اور مانتی ہے چنانچہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا **کـل شئیءٍ یعلم انی رسول الله الا کفرة الانس والـجن** یعنی ان انسانوں اور جنوں کے سوا جو کافر ہیں ہر ہر چیز مجھے اللہ کا رسول مانتی ہے

چنانچہ معجزات نبوت کی روایات بتارہی ہیں کہ زمین' آسمان' پانی' سورج' چاند' آگ' ہوا' پہاڑ' جانور' درخت......تمام کائناتِ عالم مدنی تاجدار کی فرماں بردار ہیں۔

حضور ﷺ کے سوانح پر اپنوں اور بیگانوں نے جتنی کتابیں لکھی ہیں دُنیا کے کسی نبی' مصلح' فاتح اور سلطان کے بارے میں نہیں لکھی گئیں۔ بے شمار اعلیٰ پایہ کے لوگوں نے حضور کریم کے ذکرِ پاک کو بلند کرنے کے لئے جس طرح اپنی زندگیاں' اپنی علمی قوتیں' روحانی لطافتیں' اپنا مال اور اپنے وسائل وقف کیے ہیں' کسی دوسرے کے بارے میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کے عشاق نے نثر و نظم میں انسانیت کو جو پاکیزہ ادب عطا فرمایا ہے اس کی نظیر بھی نہیں ملتی۔ لادینیت کے اس دور میں بھی آپ کے دین کی تبلیغ اور آپ کی سنت کے احیاء کی کوششیں بڑے خلوص سے کی جارہی ہیں۔ آپ کا نامِ پاک لے کر' آپ کا ذکرِ خیر کر کے اور آپ کے محاسن سُن کر کروڑوں دِلوں کو جو سرور و فرحت نصیب ہوتی ہے اس کا جواب نہیں۔ اپنے تو رہے ایک طرف' بیگانوں اور متعصب مخالفوں کو بھی بارگاہِ رسالت میں خراج عقیدت پیش کرنے کے بغیر چارہ نہ رہا۔

اگر آپ اُن حالات کو پیشِ نظر رکھیں جن حالات میں یہ آیت نازل ہوئی اور پھر اس آیت کو پڑھیں تو اس کے پڑھنے کا لطف دَہ چند ہوجائے گا۔ ساری دُنیا مخالف ہے۔ مکہ کے نامور سردار اور عوام چراغِ مصطفوی کو بجانے کے دَرپے ہیں جس گلی سے گزرتے ہیں وہاں غلاظات کے ڈھیر لگا دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں سجدہ ریز ہوتے ہیں تو مَرے ہوئے اونٹ کا اوجھ اُٹھا کر گردن مبارک پر لاد دیا جاتا ہے۔ ان حالات میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کون یہ تصور کرسکتا تھا کہ اُن کا ذکرِ پاک دُنیا کے گوشہ گوشہ میں بلند ہوگا۔ اُن کے دین کی روشنی سے مہذب دُنیا کا بہت بڑا علاقہ منور ہوگا اور کروڑوں انسان اُن کے نام پر جان دینے کو اپنے لئے باعثِ سعادت تصور کریں گے لیکن جو وعدہ مولا کریم نے اپنے برگزیدہ بندے اور محبوب رسول کے ساتھ کیا' وہ پورا ہوکر رہا اور قیامت تک ذکرِ محمدی کا آفتاب ضوفشانیاں کرتا رہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

مِٹ گئے مِٹتے ہیں مِٹ جائیں گے اعدا تیرے نہ مِٹا ہے نہ مِٹے گا کبھی چرچا تیرا

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ لَكَ سے معلوم ہوا کہ یہ بلندی ذکر حضور ﷺ سے خاص ہے کہ رب تعالیٰ کے نام کے ساتھ حضور ﷺ کا نام ہے۔عرش وفرش، جنت وطوبی میں آپ کا چرچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کواور رسول کے ذکر کوایک بتایا ۔۔ محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول کوایک بتایا۔ اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول کوایک بتایا۔عظمتِ الٰہی اور عظمتِ رسول کوایک بتایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نافرمانی اور رسول کی نافرمانی کوایک بتایا۔ اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو مِلانا ایمان ہے اور الگ کرنا کفر ہے...... اللہ رسول کی محبت میں تفریق نہ کرنا۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (النساء/۵۹) اے ایمان والو ! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء۴/۸۰) جس نے رسول کی فرمانبرداری کی بیشک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب/۷۱) اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے۔ ایک ساتھ دونوں کی اطاعت وفرمانبرداری کا مومنین کوحکم دیا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ (النساء/ ۱۴۹) وہ جو اللہ اور رسول کونہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسول کوجُدا کردیں۔

اس آیت نے بتایا کہ اللہ، رسول کی اطاعت اور احکام کو مِلانا ایمان، بلکہ جانِ ایمان ہے اور اللہ سے رسول کی اطاعت اور احکام کوالگ سمجھنا کفر بلکہ کفر کی جان ہے۔جیسے لیمپ کی بتی کا نور چمنی کے رنگ سے مِلا ہوتا ہے یا جیسے نوٹ کی سرکاری مُہر اس کے کاغذ سے ملی ہوتی ہے۔ مہر کے بغیر کاغذ بیکار ہے، ایسے ہی نبوّت کا توحید سے ملا رہنا ضروری ہے۔ رب تعالیٰ نے کلمہ طیبہ میں اپنے نام کے ساتھ حضور ﷺ کا نام مِلایا کہ اول جزء میں اللہ آخر میں آیا (لاالہ الا الله محمد رسول الله) اور دوسرے جزء میں محمد اول ہے۔۔تاکہ اللہ ومحمد کے درمیان حرف کا فاصلہ بھی نہ رہے۔

غرض کہ اللہ‘ رسول کے ذکر‘ اطاعت اور احکام میں فرق پیدا کرنا کُفر‘ اور فرق کو ختم کرتے ہوئے بیان کرنا ایمان ہے۔ جو سلسلہ وحی و نبوت کو تسلیم نہیں کرتا‘ اُسے نہ تو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمال کا صحیح علم ہوتا ہے اور نہ اُسے عبادت کا وہ طریقہ معلوم ہوسکتا ہے جو قربِ الٰہی کا باعث ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفاتِ تقدیس و کمال کو نہ پہچانا اور اُس کی عبادت کے صحیح طریقوں کو نہ جانا تو اللہ کو کیا پہچانا؟

اللہ اور رسولوں کے درمیان فرق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور احکامات کو مانے اور رسُول کی عظمت‘ اطاعت اور احکامات کو ماننے سے انکار کردے‘ یا ہلکا اور غیر اہم جانے‘ یا رسول کی تعلیمات کو ناقص اور ناکافی سمجھے۔

حضور ﷺ صفات الٰہیہ کے مظہر ہیں صفات الٰہیہ سے متصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے **انا جلیس من ذکرنی** جو میرا ذکر کرے گا‘ میں اس کا ہمنشین ہوں۔ جو میرا ذکر کرے گا میں اس کے قریب ہوں۔ میں اس کا جلیس ہوں‘ تو رسول اس کے بھی مظہر۔ **انا جلیس من ذکرنی** جو رسول کا ذکر کرے گا رسول اس کے قریب ہیں۔ چاہے آپ دیکھو‘ چاہے نہ دیکھو۔ مشاہدہ کرو‘ نہ کرو۔ بہرحال آپ رسول کے قریب ہیں۔ ہم اپنے کو اُن کی بارگاہ میں حاضر مانتے ہیں۔ ہم حاضر ہیں وہ ناظر ہیں۔ ہم اُن کی بارگاہ میں حاضر ہیں ہم کو دیکھ رہے ہیں۔

اے محبوب ! تیرے ذکر کے بغیر میرا ذکرِ ایمان نہیں بنتا : حضرت ابوالعباس احمد بن محمد ابن عطاء البغدادی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو رفعتِ ذکر حضور نبی کریم ﷺ کو عطا فرمائی ہے اس کا معنی یہ ہے: **جعلت تمام الایمان بذکری معك** (الشفاء) میرا ذکر ایمان تب قرار پائے گا جب ساتھ تیرا ذکر بھی ہوگا۔

لَآاِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود (عبادت کے لائق) نہیں اور محمد ﷺ‘ اللہ کے رسول ہیں۔ یہی کلمہ توحید ہے جسے پڑھ کر انسان صاحب ایمان بنتا ہے یہی کلمہ توحید بندے کی طرف سے توحید اور رسالت کو دل سے قبول کرنے اور زبان

سے اظہار کا اقرار ہے اسی کلمہ توحید کے اقرار کے لئے اللہ تعالیٰ نے عرش معلیٰ پر لکھ دیا۔ کلمہ توحید کے دو جز ہیں پہلا جزء **لا الـه الا الـله** ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو عبادت اور بندگی کے لائق ہو۔ اسلام کے سارے نظام فکر وعمل کی بنیاد توحید پر ہے زمین وآسمان کی اس کائنات میں عبادت وبندگی کی مستحق صرف ایک ہی ذات ہے جس کا نام اللہ ہے وہ اکیلا سب کا معبود ہے الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ سارے کمالات کی جامع اور جملہ نقائص سے اس کی ذات منزہ اور پاک ہے۔ کلمہ طیبہ کا دوسرا جزء **محـمـد رسـول الـلـه** رسول اللہ ﷺ کی رسالت ہے یعنی توحید کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت کا اقرار وتصدیق کرنا اور شہادت دینا ہے۔ ان دونوں جزءوں کو دل وجان سے قبول کرنے کا نام ایمان ہے۔

اسلام کا دعویٰ ہے **لاالـه الا الـله** اوراس دعوے کی دلیل ہیں **محـمـد رسـول الله** توحید دعویٰ ہے رسالت دلیل ہے۔ **لاالـه الا الله** دعویٰ ہے **محـمد رسول الله** دلیل ہے۔**لاالـه الا الله** دعوت ہے **محـمد رسول الله** داعی ہیں۔ **لاالـه الا الله** ہدایت ہے **محمد رسول الله** ہادی ہیں۔ **لااله الا الله** ذکر ہے **محمد رسول الله** ذاکر ہیں۔**لااله الا الله** ارشاد ہے **محمد رسول الله** مُرشِد ہیں۔ **لااله الا الله** کلام ہے **محمد رسول الله** متکلم ہیں۔۔۔ جو داعی کو نہ مانے گا وہ دعوت کو کیا مانے گا۔ جو ہادی کو نہ مانے گا وہ ہدایت کو کیا مانے گا۔ جو قائل کو نہ مانے گا وہ قول کو کیا مانے گا۔ جو ذاکر کو نہ مانے گا وہ ذکر کو کیسے مانے گا۔ رسالت کو تسلیم کرنے کے بعد ہی توحید کی دعوت کو قبول کیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص ساری زندگی اللہ اللہ کرتا رہے مگر وہ اس کے محبوب کا ذکر نہ کرے تو اس کے ذکر کو رَد کر دیا جائے گا۔ یہ ایمان نہیں بلکہ اسے منافقت قرار دیا جائے گا۔

حضرت ملاعلی قاری فرماتے ہیں : **لايـصـح ولا يـعتـد بـه شـرعا ما لم يتلفظ بـكلمتيه اقرار حقيقة وحدانيته تعالىٰ وحقيقة رسالته صلى الله عليه وسلم** (شرح الشفاء) کہ واقعتہً جب تک کوئی شخص دونوں باتوں توحید باری اور رسالتِ محمدی کو نہ مانے اس کے ایمان کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

اے محبوب تیرے ذکر کو میں اپنا ذکر قرار دیتا ہوں : حضرت ابن عطاء سے منقول ہے **جعلتك ذكرا من ذكرى فمن ذكرك ذكرتى** (الشفاء) میں نے تجھے سراپا اپنا ذکر قرار دے دیا ہے پس جس نے تجھے یاد کرلیا اُس نے مجھے یاد کرلیا۔

حضرت ملاعلی قاری رفعتِ ذکر پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

لا يبعد ان يقال المراد برفع ذكره انه جعل ذكره ذكره كما جعل طاعته طاعته رفعتِ ذکر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ پاک کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا ہے جس طرح آپ (ﷺ) کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔

ولا مقام فوق هذا فى المرتبه (شرح الشفاء) اس سے بڑھ کر مرتبہ میں کوئی مقام نہیں ہوسکتا۔

جب اللہ تعالیٰ نے محبوبِ کریم کے ذکر کو بعینہٖ اپنا ذکر قرار دے دیا ہے یعنی حضور کی نعت اور آپ پر درود وسلام اللہ ہی کا ذکر ہے تو واقعتہً اس سے بڑھ کر اس کائنات میں کوئی مرتبہ ومقام نہیں ہوسکتا۔

الشفاء کے محشی علامہ علی محمد البجاوی اس معنی کی تصریح کرتے ہیں:

كان ذكرك عين ذكرى آپ کا ذکر میرے ذکر کا عین ہے۔

ذکرِ مصطفٰے کی عظمت : سب سے پہلے مصطفٰے کا ذکر کبریا نے کیا اور سارا عالم خطاب الٰہی کا مخاطب تھا، گویا سارا عالم اجتماع عظیم ہے اور خدا میلا دمصطفٰے کا ذکر فرما رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی مجمع میں مصطفٰے کا ذکر کرنا خدا کی سنت ہے اور مصطفٰے کا ذکر انمٹ چیز ہے۔ اس کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ذکر کرنے کے لئے ذاکر کی ضرورت ہے جس طرح کوئی فعل، فاعل کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا، اسی طرح کوئی ذکر ذاکر کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ ایک ہے ذکرِ خدا، ایک ہے ذکرِ مصطفٰے۔ خدا کا ذکر مخلوق کرتی ہے اور مصطفٰے کا ذکر خالق کائنات کرتا ہے اور ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے جس دن سب فنا ہوجائیں گے نہ ذاکر رہے گا نہ ذکر رہے گا ارشاد ربانی ہے ﴿**كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ**﴾ ساری کائنات فنا ہوجائے گی باقی رہنے والی خدا کی ذات ہے۔

تو نتیجہ نکلا کہ ساری کائنات فنا ہو جائے گی لیکن مصطفٰے کا ذکر باقی رہے گا اس لئے کہ مصطفٰے کا ذکر کبریا کر رہا ہے جو باقی ہے اور باقی رہے گا۔ پتہ چلا کہ نہ خدا مٹ سکتا ہے نہ ذکر مصطفٰے مٹ سکتا ہے بلکہ مصطفٰے کا ذکر مٹانے والا خود ہی مِٹ جائے گا۔

مِٹ گئے مِٹتے ہیں مِٹ جائیں گے اعدا تیرے — نہ مِٹا ہے نہ مِٹے گا کبھی چرچا تیرا

مصطفٰے کا ذکر اذانوں میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر نمازوں میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر عبادت میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر ریاضت میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر حقیقت میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر معرفت میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر ملائکہ میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر قرآن عظیم میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر توریت کے اوراق میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر زبور کے صفحات میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر انجیل کے پاروں میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر جنت کی بہاروں میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر دُنیا کے نظاروں میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر آسمان کی بلندی میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر زمین کی پستی میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر پہاڑ کی چوٹیوں پر ہے۔ مصطفٰے کا ذکر دریا کی روانی میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر موجوں کی طغیانی میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر سمندر کی سیلانی میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر کائنات کے ذرہ ذرہ میں ہے۔ مصطفٰے کا ذکر ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

مصطفٰے کا ذکر مِٹانے کے لئے اذان کو مٹانا ہوگا۔ مصطفٰے کا ذکر مِٹانے کے لئے نمازوں کو مٹانا ہوگا۔ مصطفٰے کا ذکر مِٹانے کے لئے سمندر کو مٹانا ہوگا۔ مصطفٰے کا ذکر مِٹانے کے لئے ملائکہ کو مٹانا ہوگا۔ مصطفٰے کا ذکر مٹانے کے لئے قرآن کو مٹانا ہوگا۔ مصطفٰے کا ذکر مِٹانے کے لئے خدا کو مٹانا ہوگا .... اور قرآن کا مٹانا غیر ممکن ہے۔ نمازوں کا مٹانا غیر ممکن ہے۔ خدا کا مٹانا غیر ممکن ہے۔ تو معلوم ہوا کہ مصطفٰے کا ذکر مٹانا بھی غیر ممکن ہے۔ مصطفٰے کا ذکر ہمیشہ ہورتا رہا ہے، ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ — میری چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

حضور ﷺ کا ذکر کہاں نہیں : اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوبِ کریم ﷺ کے ذکر کو وہ رفعت بخشی جو کسی کو نہیں ملی۔ قانونِ قدرت ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے

وہاں اُس کے محبوب کریم ﷺ کا ذکر ہوتا ہے جیسے کلمے' نماز' اذان' خطبہ' قرآن میں......
جہاں بھی ذکرِ خدا ہوتا ہے وہاں ذکر مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوتا ہے مگر ایک مقام ایسا آتا ہے
جہاں ذکرِ خدا تو ہوتا ہے مگر وہاں مُصطفٰی (ﷺ) کا نام نہیں لیا جاتا۔ دیکھئے آپ کسی
حلال جانور کو ذبح کرتے ہیں تو پڑھتے ہیں بسم اللہ اللہ اکبر۔ اور پھر چُھری چلا دیتے ہیں۔
ذبح کے وقت اللہ تعالٰی کا نام لیتے ہیں اُس کے محبوب ﷺ کا نام نہیں لیتے۔ اس لئے کہ
مالک کی منشاء و مرضی یہی ہے۔ اے محبوب ! جب جانور کے گلے پر چھری میرا نام لے کر
چل رہی ہوگی تو مجھ پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اگر میری ذات رحیم و کریم ہے
تو قہار و جبار بھی ....مگر اے محبوب ! جانور کی گردن پر چُھری چلتے وقت تیرا نام نہ لیا
جائے' اس لئے کہ میں نے تجھے عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ تو جب جانور کی
گردن پر چھری چلتی ہے تو بسم اللہ اللہ اکبر۔ تو اللہ تعالٰی کا نام لیا جاتا ہے۔ رسول اللہ
ﷺ کا نام نہیں لیا جاتا ہے۔ نعرۂ تکبیر بلند ہوتا ہے' نعرۂ رسالت نہیں لگایا جاتا۔ جن
جلسوں میں نعرۂ تکبیر لگایا جاتا ہے اور نعرۂ رسالت نہیں لگایا جاتا......تو مجھے یہ کہنے دو جہاں
جانور ذبح ہوتا ہے وہاں نعرۂ رسالت نہیں لگایا جاتا اور جہاں ایمان ذبح ہو رہا ہوتا ہے
وہاں' اُس جلسے میں نعرۂ رسالت نہیں لگایا جاتا۔

اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ

دی زباں حق نے ثنائے مصطفٰے کے واسطے دل دیا حُبِّ حبیبِ کبریا کے واسطے

ہم نعرۂ تکبیر بھی لگاتے ہیں اور نعرۂ رسالت بھی بلند کرتے ہیں۔ ہم اللہ تعالٰی کی حمد بھی بیان
کرتے ہیں اور محبوبِ خدا ﷺ کی نعتِ شریف بھی پڑھتے ہیں۔

حضور ﷺ رفیع الدرجات ھیں : قرآن مجید ارشاد باری تعالٰی ہے
﴿تِلْكَ الرَّسُوْلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ یہ رسول جن کو ہم نے ایک دوسرے پر
فضیلت بخشی ہے (نفس نبوت میں تو سب انبیاء کرام برابر ہیں مگر فضائل و مراتب کے لحاظ
سے زمین و آسمان کا فرق ہے)

حضور ﷺ کے درجات کی بلندی کس قدر ہے یہ اُن کا خالق ہی جانتا ہے۔ حضور ﷺ

سے پہلے آنے والے انبیاء کا دائرہ نبوت وسیع نہ تھا بلکہ زمانی ومکانی حدود کے اندر تھا مگر حضور ﷺ اس شان کمال کے نبی ورسول ہیں کہ جب تک کائنات افق پر آفتاب اپنی تابانیوں کے ساتھ روشنی بکھیرتا رہے گا اس وقت تک نبوت محمدی کا پرچم لہراتا رہے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جب میں آسمانوں اور زمین کے کاموں سے جن کے پورا کرنے کا مجھے حکم دیا گیا فارغ ہوا تو میں نے اللہ رب العزت کے حضور عرض کیا کہ اے پروردگار ! مجھ سے پہلے جتنے بھی تو نے انبیاء کرام بھیجے ہیں تو نے ان سب کو عزت بخشی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم بنایا' حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑ مسخر کردیئے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مُردے زندہ کردیئے' اے اللہ ! تو نے میرے لئے کیا کیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے پیارے حبیب ! کیا میں نے تجھے افضل چیز عطا نہیں فرمائی؟ جب میرا ذکر ہوگا تو وہاں تیرا بھی ذکر ہوگا اور میں نے آپ کی اُمت کے سینوں کو انجیلیں بنادیا ہے یعنی قرآن کے لئے محفوظ بنادیا ہے اور وہ قرآن کو زبانی پڑھے گی اور یہ شرف میں نے کسی اور اُمت کو نہیں دیا اور میں نے تجھے عرش کے خزانوں میں ایک خزانہ عطا کیا یعنی **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** نہیں طاقت گناہ سے بچنے کی اور نہیں طاقت نیکی کرنے کی مگر اللہ کی مدد کے ساتھ۔ (تفسیر ابن کثیر)

قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کا یہ فرمانا کہ میں نے آپ کا ذکر بلند کیا یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر دنیا وآخرت میں یوں بلند فرمایا کہ کوئی خطیب اور کوئی کلمہ پڑھنے والا ایسا نہیں مگر وہ بلند آواز سے پکارتا ہے **اشھد ان لاالہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ** (درمنثور)

حضرت شیخ بایزید بسطامی فرماتے ہیں :

عام مومنوں کے مقام کی انتہاء' ولیوں کے مقام کی ابتدا ہے۔

ولیوں کے مقام کی انتہا' شہیدوں کے مقام کی ابتدا ہے۔

شہیدوں کے مقام کی انتہاء' صدیقوں کے مقام کی ابتدا ہے۔

صدیقوں کے مقام کی انتہاء' نبیوں کے مقام کی ابتدا ہے۔

نبیوں کے مقام کی انتہاء، رسولوں کے مقام کی ابتدا ہے۔
رسولوں کے مقام کی انتہاء، اولعزم کے مقام کی ابتدا ہے۔
اولوالعزم کے مقام کی انتہاء، حضور ﷺ کے مقام رفیع کی ابتداء ہے۔
اور آپ (ﷺ) کے مقام رفیع کو کوئی انسان نہیں جان سکتا۔

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ آپ کو سر بلندی عطا فرمائی ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ آپ کو اسی حیثیت سے جانتا اور پہچانتا ہے ہاں بعض ایمان سے محروم جن و انسان، آپ کو اس حیثیت سے نہیں جانتے پہچانتے ......اس لئے کوئی نبوت کا مدعی نظر آتا ہے تو کوئی ہمسری کا دعویدار، کوئی سرے سے منکرِ رسالت ہے تو کوئی منکر سلطنت و اختیار۔ عصرِ حاضر میں بیسیوں فرقے موجود ہیں جو نبی اور صفاتِ نبی کے انکار جیسے جرم کے مرتکب ہیں اور ایسے ناقابلِ معافی جرائم کے مرتکبین صرف انسان و جنات ہی میں پائے جاتے ہیں اور کسی مخلوق میں نہیں۔ خود حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا **ما من شیئی الا ویعلمنی انی رسول الله الا مردة الجن والانس** کہ مجھے کائنات کی ہر چیز جانتی پہچانتی ہے سوائے سرکش جنّ اور انسان کے۔

حضور نبی مکرم ﷺ کی شان رفعت و منزلت کا کیا کہنا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی زندگی عطا فرمائی کہ کائنات عالم سے تمام حجابات آپ کی نگاہوں سے اُٹھا دیئے گئے اور آپ (ﷺ) اپنی مرقد منورہ میں جلوہ افروز ساری کائنات کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور زمین کے تحت الثریٰ سے لے کر عرش اعلیٰ تک آپ (ﷺ) کی نگاہوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

شیخ الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ روضہ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں:
یارسول اللہ ! جب میں روضہ اقدس پر پہنچ نہیں سکتا تھا تو اپنی رُوح کو بھیج دیتا تھا اور وہ میری نائب تھی، اب میں خود آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ کرم فرمایئے اپنا دست مبارک نکالئے تاکہ میرے لب اس سے برکت حاصل کریں، تو رسول اکرم ﷺ کا دست مبارک باہر نکل آیا۔ (جواہر البحار)

حضور انور ﷺ کے درجات اس قدر بلند ہیں کہ آپ (ﷺ) نے معراج کی رات

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ جب بیت المقدس میں آپ (ﷺ) پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہاں آپ کا استقبال کیا۔ پھر انبیاء کے ساتھ آپ (ﷺ) کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب سرکار آسمانوں پر جلوہ گر ہوئے تو چھٹے آسمان پر موجود پایا۔ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے جو بیک وقت کئی جگہ پر موجود تھے تو آپ (ﷺ) کائنات کے گوشے گوشے میں موجود ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب طور پر آکر تجلیاتِ الٰہی میں سے ایک صفاتی تجلی کا عکس دیکھا تو گر کر بے ہوش ہو گئے اور جب آپ کو ہوش آیا تو آپ کی نگاہ تیس میل تک پتھر پر چلتی ہوئی چیونٹی بھی دیکھ لیتی مگر حضور نبی مکرم ﷺ نے معراج کی رات مقام قاب قوسین او ادنیٰ پر فائز ہو کر جمالِ حق کا براہ راست نظارہ کیا اور گفتگو بھی ہوئی، بے ہوش بھی نہ ہوئے، وحشت بھی طاری نہ ہوئی بلکہ خالق اور مخلوق کہ دونوں کمانیں آپس میں یوں ملیں کہ قرب اور بعد کی حدیں ہی ختم ہو گئیں۔

﴿ وَلَلْاٰخِـرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴾ بھی رفعتِ ذکر کا ایک نظارہ ہے :
اے محبوب ! آپ کی آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔ آپ پر آپ کے رب کے لطف و کرم اور انعام و احسان کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ ہر آنے والی ساعت گزری ہوئی ساعت سے، ہر آنے والی گھڑی گزری ہوئی گھڑیوں سے، ہر آنے والی حالت گذشتہ حالات سے اعلیٰ، بہتر سے بہتر، اور ارفع سے ارفع ہوگی۔ اس ایک جملہ نے اسلام کے درخشاں مستقبل کے بارے میں نوید جانفزا سنا دی۔ دعوتِ اسلام کے ابتدائی دور کا تصور کیجئے جس میں یہ سورت نازل ہوئی۔ گنتی کے چند افراد نے اس دینِ حق کو قبول کیا تھا۔ باقی تمام اہل مکہ حضور کے خون کے پیاسے تھے۔ انہوں نے عزم مصمم کر لیا تھا کہ اسلام کے چراغ کو بجھا کر رہیں گے، توحید کا یہ گلشن جو مصطفیٰ لگا رہے ہیں اس کا ایک ایک پودا جڑ سے اکھیڑ پھینکیں گے۔ اُس وقت کون یہ خیال کر سکتا تھا کہ یہ دین چند سالوں میں اتنی ترقی کر جائے گا کہ سارا جزیرۂ عرب اس کے نور سے جگمگانے لگے گا۔ اس نبی مکرم کو

اللہ تعالیٰ وہ عزت وسروری اور شانِ محبوبی عطا فرمائے گا کہ آج جو خون کے پیاسے ہیں کل اشارۂ ابرو پر اپنی جانیں قربان کرنا سعادت سمجھیں گے اور حضور کے وضو کا پانی نیچے نہیں گرنے دیں گے اس کو اپنے چہروں اور سینوں پر مل لیں گے۔ **قال ابن عباس أُری النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم مایفتح الله علی امته بعدہٗ بسر بذلك ونزل جبرئیل بقوله ...... ولـلآخرۃ خیر لك من الاولیٰ** یعنی حضور ﷺ کے بعد اُمت جو فتوحات کرے گی وہ سب کی سب حضور ﷺ کو دکھائی گئیں جسے دیکھ کر حضور بہت مسرور ہوئے۔ اسی وقت جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے **ولـلآخـــرۃ خیر لك من الاولیٰ** یعنی ہماری نوازشات صرف ان فتوحات ہی میں منحصر نہیں بلکہ آپ کی ہر آنے والی شان پہلی شان سے اعلیٰ و بالا ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ الضحیٰ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں کا یہ کہنا کہ محمد (ﷺ) کے رب نے انہیں چھوڑ دیا ہے' غلط ہے کیونکہ میں تو بعد میں آنے والی ہر گھڑی میں آپ کے ذکر کو بلندی عطا کرنے والا ہوں۔ یہاں مفسرین کرام نے یہ معنی لکھا ہے کہ آخرت آپ کے حق میں دُنیا سے بہتر ہوگی وہاں انہوں نے اس کا یہ معنی بھی بیان کیا ہے کہ ہر آنے والا وقت آپ کی بلندی کا دور ہوگا۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ یہی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **للاٰخـرۃ ای الحالة الاٰخرۃ خیر لك مـن الاولـیٰ نهـایة امـرك خیـر مـن بـدایة یعنی لاتزال تتصاعد فی الرفعة والـکـمـال** (تفسیر مظہری) آپ کی ہر دوسری گھڑی پہلی سے بہتر اور آپ کا بعد کا معاملہ پہلے سے کہیں بہتر یعنی آپ کے مراتب رفیعہ میں ہمیشہ ترقی ہوتی رہے گی۔

ہمیشہ سے اُمت مسلمہ میں وسیع پیمانے پر محافل میلاد و نعت کا انعقاد اور آپ کی آمد کی خوشی میں جشن' جلوس یہ سب اللہ تعالیٰ کے وعدے کا اظہار ہے یہ سلسلہ روز بروز ترقی افزوں ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ رفعتِ ذکر کی مختلف صورتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **املاء الـعـالـم مـن اتبـاعك کـلهـم یثـنون علیك ویصلون علیك ویـحـفـظـون سـنتك فـالقراء یحفظون الفاظ منشورك والمفسرون یفسرون معانی فرقانك والوعاظ یبلغـون وعظك بل العلمــاء والسلاطین یصلون الی**

خدمتك ويسلمون من وراء الباب عليك ويمسحون وجوههم بتراب روضتك ويرجون شفاعتك فشرفك باقى الى يوم القيامة (تفسیر کبیر) یہ کائنات تیرے ایسے غلاموں سے بھر جائے جو تمام کے تمام آپ کی تعریف اور آپ کی بارگاہِ اقدس میں درود وسلام عرض کرتے رہیں گے اور آپ کی سنتِ مبارکہ کے محافظ ہوں گے۔ قراء آپ کے منشور کے الفاظ کی حفاظت کریں گے۔ مفسرین معانی قرآن واضح کریں گے، مبلغین آپ کی تبلیغ کے امین ہوں گے بلکہ تمام علماء وسلاطین آپ کی بارگاہِ عالیہ میں درود عرض کریں گے اور آپ کی مبارک چوکھٹ پر کھڑے ہوکر سلام عرض کریں گے اور آپ کے روضہ مبارک کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنائیں گے اور آپ کی شفاعت کے امیدوار ہوں گے اسی طرح آپ کا شرف تا قیامت باقی رہے گا۔

اسی رفعتِ ذکر کا مظاہرہ ساری کائنات نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، دیکھ رہی ہے اور مستقبل میں اس سے کہیں بڑھ کر دیکھے گی۔

جو دین حضور ﷺ لے کر آئے ہیں وہ باطل سے مغلوب نہیں رہے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور اپنی فطری توانائیوں سے ساری طاغوتی قوتوں کو سرنگوں کر دے گا۔ یہ غاروں میں چھپ کر اور گوشہ نشینی میں زندگی گذارنے والوں کا دین نہیں، یہ کشاکشِ حیات سے دامن بچا کر کُنجِ عافیت میں زندگی بسر کرنے والوں کا دین نہیں۔ کسی مصلحت کے پیش نظر باطل سے مفاہمت ومصالحت کرنے والوں کا دین نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے شیروں کا دین ہے جو گرجتے ہیں تو باطل کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ ان عقابوں اور شاہینوں کا دین ہے کہ جب وہ پَرکُشا ہوتے ہیں تو فضا کی پنہائیاں سمٹ کر رہ جاتی ہیں۔ یہ ان بہادروں اور جوانمردوں کا دین ہے جو زندگی کی کشتی کو حادثات کے طوفانوں میں کھیلنا جانتے ہیں۔ (تفسیر ضیاءالقرآن)

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ وہ اس دین کو تمام مروجہ ادیان، مذاہب اور نظام ہائے حیات پر غلبہ بخشے گا۔ اس وعدہ کو پورا کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ عہد رسالت میں ہی اسلام کا پرچم مکہ پر لہرانے لگا جو کفر وشرک کا مرکز تھا۔ خلافتِ راشدہ میں ایشیاء اور افریقہ کے برِّ اعظموں میں اس کی عظمت کے ڈنکے بجنے لگے۔ شرق وغرب میں کلمہ توحید کی

صدائیں بجنے لگیں۔ اسلام کے خلاف شرک وکفر نے سر جوڑ کر علانیہ مقابلے بھی کئے ہیں اور سازشوں کے خطرناک جال بھی بچھائے ہیں لیکن اسلام کا نور درخشاں ہی رہا اور رہے گا۔ اس کے ماننے والوں کی تعداد بڑھتی ہی رہی اور بڑھتی ہی رہے گی۔ خداوند عالم کا یہ وعدہ ہے کہ دُنیا کی کوئی طاقت نبوتِ مصطفوی کے آفتاب جہانتاب کو گرہن نہیں لگا سکتی۔

دنیا میں ہمارے لئے بلندی ہے یعنی اہل ایمان کا گروہ ہی وہ تنہا گروہ ہے جسے بلندی عطا کی گئی ہے۔ فکر کی بلندی اسی کو عطا ہوئی ہے۔ حقیقی علم وحکمت اسی گروہ کے حصہ میں آئی ہے۔ عزم وحوصلہ بھی صحیح معنوں میں اسی گروہ کو عطا ہوا ہے۔ اخلاق وکردار کی بلندی بھی اسی گروہ کی نمایاں خصوصیات ہے۔ حالات خواہ کیسے ہی مشکل اور تکلیف دہ کیوں نہ ہوں، کوئی طاقت بھی اس سے بلندی کو چھین نہیں سکتی۔ اس کی رفعت و بلندی کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ تنہا یہی گروہ دنیائے انسانیت کی رہنمائی کے منصب پر فائز کیا گیا ہے۔ مشکلات ومصائب سامنے ہوں یا اقتدار کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی سے منہ موڑ کر یہ گروہ اپنے کو پستی میں نہیں گرا سکتا۔۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس لئے بھیجا کہ وہ تمام آسمانی اور نفسانی دینوں کے بانیوں پر غالب کرے۔ ہمیشہ غالب رکھے کہ اُن کا چرچہ، اُن کے محامِد ان کی نعتیں، تمام دینوں کے پیش واؤں پر غالب رہیں۔ آج بھی قرآن تمام دینی کتابوں پر، مسجدیں تمام دینی عبادت گاہوں پر، حضور ﷺ کا چرچا تمام دینی پیشواؤں پر غالب ہے جو آج بھی دیکھا جا رہا ہے۔ مسجد اور گرجا اور مندر کا مقابلہ کرو، تو مسجد روزانہ پانچ مرتبہ آباد ہوتی ہے۔ گرجا ہفتہ میں ایک مرتبہ یعنی اتوار کو۔۔مندر روزانہ بعد مغرب، وہ بھی آباد نہیں ہوتا۔۔ایک دو آدمی آکر گھنٹہ وغیرہ بجا دیتے ہیں۔ قرآن کی قرأت، کتابت، زیر، زبر، پیش، ایک ایک کلمہ محفوظ ہے مگر انجیل اور توریت اور وید دُنیا سے غائب ہو چکے ہیں۔ انجیل اصل حالت میں باقی نہیں ہے بلکہ اُس کے کئی ترجمے ہیں اور ہر ترجمہ ایک دوسرے سے بالکل مختلف بلکہ متضاد ہے۔ جس قدر تفسیریں قرآن کی ہیں اور جو قرأتیں اس کتاب اللہ کی ہیں وہ کسی کی نہیں ہیں، قرآن کے حافظ ہر شہر میں ملیں گے۔ اگر ایک جلسہ میں کوئی شخص ایک آیت کا ایک زبر بھی غلط

پڑھ دے تو فوراً لوگ اُس غلطی کو پکڑتے ہیں۔ مگر دوسری کتابوں کا کوئی بھی حافظ نہیں ہے ۔۔ آج دنیا میں حکومت دوسری قوموں کی ہے مگر چونکہ قرآن عربی میں آیا ہے' تو اب بھی ہر جگہ عربی جاننے والے موجود ہیں اگرچہ حکومت سے اس زبان کی کوئی سرپرستی نہیں ہے۔

حضور ﷺ کی سوانح عمری جس شان کی اسلام میں موجود ہے کہ ساری عمر شریف کی ہر حالت' گھر کی اور باہر کی زندگی' اُٹھنا' بیٹھنا' چلنا' پھرنا' ہنسنا' رونا' کلام فرمانا' یہاں تک کہ سارے جسم پاک کا حلیہ شریف کہ داڑھی پاک میں کتنے بال سفید تھے' ایسی کسی مذہب کے پیشوا کی نہیں ہے۔ حدیث کیا ہے؟ حضور ﷺ کی سوانح عمری ہے' کسی بادشاہ' کسی معشوق' کسی پہلوان' غرضکہ کسی بھی دنیا کے شاندار انسان کی ایسی سوانح عمری نہ لکھی گئی۔

خُدائے پاک توفیق دے کہ اس اسلام کی رسّی کو مضبوط پکڑیں اگرچہ ذکرِ رسول سے جلنے والے حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت ورفعت کو ناپسند کریں اور دبانے کی کوشش کریں۔

مِٹ گئے مِٹتے ہیں مِٹ جائیں گے اعداء تیرے نہ مِٹا ہے نہ مِٹے گا کبھی چرچا تیرا
فرش والے تیری شوکت کا عُلو کیا جانیں خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا
اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہوگیا محدود

وَاٰخِرُ دَعْوٰنا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعالَمِیْن
وَصَل اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْن

سُنّی بہشتی زیور اشرفی : خواتین اسلام کے لئے انمول تحفہ ......
عورتوں کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا......خواتین کے لئے قرآن وسُنت کی روشنی میں صحیح عقائد
اعلیٰ اخلاق اور نیک اعمال کا بے مثال مجموعہ......کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے بہترین راہنما کتاب
مشکل الفاظ اور فقہی اصطلاحات کے لئے انگریزی الفاظ کا استعمال
گلدستہ خواتین جس میں جدید مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے...... زندگی وبندگی کے خصوصی مسائل کا خزانہ
اعلیٰ معیار کی کتابت وطباعت کے ساتھ منظرِ عام پر آتے ہی مقبولیت حاصل کر چکی ہے
مؤلف : ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد